کرشن چندر

پانچ لوفر ایک ہیروئن

پیرکالہ پروڈکشن کے دو پارٹنرز تھے۔ داؤد کرانی اور سندر لیس جانی۔ دونوں بے حد چلتے پرزے تھے اور ایک بڑی تصویر بنا رہے تھے۔ الیٹ مین کلر میں --- ہرجیت کمار اور آرادھنا کو لے کر۔ ان کی جوڑی ان دنوں فلم انڈسٹری میں ٹاپ کی جوڑی سمجھی جاتی تھی۔ ہرجیت کمار کا کنٹریکٹ بارہ لاکھ کا تھا اور آرادھنا کا آٹھ لاکھ کا۔ پکچر دو تہائی مکمل ہو چکی تھی۔

پیرکالہ پروڈکشن کا آفس بے حد شاندار تھا مگر داؤد داور سندر کا پرائیویٹ کمرہ جو آفس کے بالکل آخر میں تھا سب سے شاندار تھا اور اسے بہت کم لوگوں نے دیکھا تھا۔ آپس کی پرائیویٹ گفتگو کرنے کے لئے داؤد اور سندر اسی کمرہ کی طرف رجوع کرتے تھے۔ اس پر ہر وقت تالا پڑا رہتا تھا جس کی ایک چابی داؤد کے پاس تھی دوسری سندر کے پاس۔ تیسری چابی پلٹو کے پاس تھی۔

پلٹو پیرکالہ پروڈکشن کا چپراسی تھا اور دونوں پارٹنرز کا منہ چڑھا تھا۔ کیونکہ اس کے پاس تیسری چابی تھی۔ اور جب دفتر بند ہو جاتا اور دفتر کے لوگ چلے جاتے اس کے بعد بھی کئی بار داؤد داور سندر اس کمرہ میں بیٹھ

تھے۔ ایسے موقعوں پر پلٹو ہی ان کی خدمت کرتا تھا۔ چند گھنٹے محفلِ ناؤ و نوش جمتی، گھروں پر بیویوں کو ٹیلیفون ہوتا کہ آفس میں بہت کام ہے۔ فلم کے شوق میں دُور دُور سے اڑ کر آنے والی تتلیوں سے ملنے کا یہی وقت تھا۔ ایسے وقت میں پلٹو ہی خدمت کرتا تھا۔

میں بھی ایک عرصے سے پلٹو کی خدمت کر رہا تھا۔ آٹھ دس دفعہ اسے بھیل پوری کھلا چکا تھا۔ ایک روز پلٹو نے مجھ سے کہا۔ آج دونوں سیٹھ خالی ہیں آٹھ بجے تک کے لئے۔ تم سات بجے آفس آجانا۔

میں ساڑھے چھ بجے ہی پہنچ گیا۔ پلٹو اس وقت سوڈے کی بوتلیں پرائیویٹ روم میں لے جا رہا تھا، مجھے جلدی سے آفس کے باہر اپنی کرسی پر بٹھا کر اندر چلا گیا۔ کوئی دس منٹ کے بعد مسکراتا باہر نکلا۔ ہاتھ کے اشارہ سے مجھے اندر بلانے لگا۔ اندر چلو سیٹھ بلاتے ہیں۔ میں نے تمہارا انٹرویو فکس کر دیا ہے۔ مگر خبردار میری کسی بات کو وہاں کاٹنا نہیں۔ جو بھی بولوں ہاں میں ہاں ملاتے جانا، نہیں تو لفڑا ہو جائے گا۔

میں دھڑکتے دل سے اس کے ساتھ ساتھ چلا۔ تین عالی شان کمروں کو پار کر کے ہم سیٹھوں کے پرائیویٹ روم کے باہر پہنچے۔ پلٹو نے دستک دی اور آہستہ سے دروازہ کھول کے داخل ہو گیا۔ میں اس کے پیچھے پیچھے ....

داؤد اور سندر دونوں ایک ہی صوفہ پر بیٹھے تھے۔ سامنے کانچ کی ایک لمبی تپائی تھی جس پر فائلوں کی ایک چھوٹی سی ٹرے تھی — ایک کونے میں ایک چھوٹی میز پر ایک ٹائپ رائٹر کھلا تھا۔

ایک کمرے میں ماروون رنگ کی مخمل کا دیوان تھا۔ دو صوفے تھے، چند کرسیاں، ایک لوہے کی الماری تھی۔ بیٹھکوں کے صوفے کے پیچھے پورے کمرہ کی لمبائی میں ایک پھولدار پردہ تنا تھا۔ نیلے رنگ کے اس دبیز پردے کے پیچھے کیا تھا، یہ مجھے معلوم نہ ہو سکا۔ ہاں وہاں سے روشنی چھن چھن کر آتی تھی جس سے معلوم ہوتا تھا کہ ادھر بھی کچھ ہے۔ ایک لمحہ میں میں نے کمرہ کا جائزہ لے لیا۔

پلٹو بولا "یہ میرا دوست ہے پینٹ ماسٹر۔ ہائی کلاس گیت لکھتا ہے۔ تین سال ساحر کا باورچی رہ چکا ہے۔"

"ساحر کا باورچی؟" داؤد نے حیرت سے میری طرف دیکھ کے کہا۔ میں نے بھی حیرت سے پلٹو کی طرف دیکھا۔ سندر نے جلدی سے مجھے ایک کرسی پر بیٹھ جانے کا اشارہ کیا، جس پر میں جلدی سے بیٹھ گیا۔ سیٹھ داؤد کی آواز ایسی کڑوی اور کھرکھری تھی کہ اسے سن کر ہمیشہ کے لئے لحنِ داؤدی سے نفرت ہو جائے۔

"ساحر اپنا ہر گانا کسی کو سنانے سے پہلے اس کو سناتا تھا۔ جب یہ پاس کرتا تھا تو وہ کسی دوسرے کو سناتا تھا۔" پلٹو شروع رہا۔

سندر کا منہ کھلنے لگا۔

"اب بولنے کی بات نہیں ہے۔" پلٹو بولا۔ "میرے ہو کا تاج محل اسی کا لکھا ہوا ہے۔"

"تاج محل اس کا لکھا ہوا ہے؟" داؤد حیرت سے چیخ کر بولا۔ "پلٹو تو بنڈل تو نہیں پھینکتا ہے؟"

"نہیں سیٹھ۔" پلٹو نے فائیلون کی ریک ایک تپائی پر رکھ کر کانچ کی

لمبی تپائی پر خالی گلاس سجاتے ہوئے کہا "اپنے کو تھوڑا بولنے دیو۔ کیا جیب والا ہے۔ یہ میرا دوست پینٹ ماسٹر گنجر کا گیت کا بیٹا ہے۔"

"مگر تاج محل تو ساحر نے برسوں پہلے لدھیانے میں لکھی تھی۔ ایسا گیت سنا تھا۔" داؤد سیٹھ بولا۔

پنٹو نے کہا "یہ بھی لدھیانے کا رہنے والا ہے۔ دونوں ایک ہی اسکول میں پڑھتے تھے۔ دونوں شاعر تھے۔ پھر یہ تو اپنی اپنی قسمت کی بات ہے ایک اُڑ کر آسمان پر ہے دوسرا فٹ پاتھ پر۔"

سندر سنگھ جانی نے مجھے ہمدردی کی نظر سے دیکھا۔

"لدھیانہ میں اس نے ایک گیت لکھا تھا، راج محل! اسی کو توڑ موڑ کر ساحر نے تاج محل بنا کے چالو کر دیا ——— تم سناؤ نا ان کو اپنی گیت راج محل!"

پنٹو نے آخری فقرہ مجھ سے کہا۔

میں راج محل سنانے میں چالو ہو گیا۔ جسے میں نے ساحر کے تاج محل کو توڑ موڑ کے لکھا تھا۔ بلکہ کہیں تو مصرعے کے مصرعے اڑا لیے تھے۔ گیت پر گیت لکھنے میں بھی تو خرابی ہے۔

سننے کے بعد داؤد اور سندر دونوں نے دانتوں تلے انگلی دبالی۔

داؤد بولا "یہ تو بات کی کجی معلوم ہوتی ہے۔"

سندر نے کہا "اور زیادہ مجھ میں بھی آتی ہے۔"

داؤد نے کہا "صاف دکھتا ہے راج محل کا تاج محل بنا دیا ساحر نے۔"

پنٹو نے فقرہ لگاتے ہوئے میری طرف دیکھ کے کہا "اب اندر کی

بات کیا بتاؤں سیٹھ! جب یہ ساحر کا باورچی تھا وہ روزانہ اس سے ہر گانے پر سلام لیتا تھا۔ میں اپنے تھا یہ لکھے دیتا ہوں کہ یہ اس کے ساحر کی محفلوں میں ۔۔۔۔ اندر کی بات بتا رہا ہوں۔ پھر قسمت دیکھو، یہ بے چارہ فٹ پاتھ پر ہے۔ اس کو ایک چانس تو ضرور دو سیٹھ۔"

پلٹو نے بات ختم کی اور وہسکی کی بوتل تپائی پر رکھ دی۔

"اچھا، تم باہر جاؤ" داؤد نے پلٹو سے کہا "ہم اس سے سنگ بات کرتا ہے۔"

پلٹو نے بڑی ہوشیاری کے ساتھ آنکھ ماری اور پھر باہر چلا گیا۔ اس کے جاتے ہی داؤد ذرا سا کھسکا۔ سندرس جانی نے اپنے گلے کی ٹائی ڈھیلی کی۔

داؤد بولا "اور کیا کیا کیا کرتے ہو؟"

"گجل، گیت، گانا، دوگانہ، تیگانہ سب لکھتا ہوں" میں نے کہا

"یہ تیگانہ کیا ہوتا ہے؟" سندر نے پوچھا۔

سندر اور داؤد میں سندر سیٹھ بزنس میں مانا جاتا ہے اور داؤد کی رائے فلمی کہانی، مکالمے اور گیت کے بارے میں مستند مانی جاتی ہے۔

میں نے کہا "دوگانہ تو ہیرو ہیروئن کا ہوتا ہے، تیگانے میں دلن بھی بیچ بیچ میں گاتا ہے۔ جیسے میں نے ایک تگانہ لکھا ہے۔ پہلے ہیرو گاتا ہے، پھر ہیروئن، آخر میں دلن!

ہیرو: میں کہتا ہوں ڈنکے کی چوٹ تو ہے زہر کی پوٹ

ہیروئن: میں کہتی ہوں ڈنکے کی چوٹ تیرے من میں ہے کھوٹ

ولن : دھت تیرے کی

دلن کے "دھت تیرے کی!" پر داؤدا چھل پڑا۔ میری بدصورت لمبے لمبے ناخنوں والی میل سے بھری ہوئی انگلیاں چوم کے بولا۔
"دھت تیرے کی" کیا عجیب کا ٹکڑا رکھا ہے۔ سلور جوبلی ٹکڑا ہے۔ آگے سناؤ"!

میں آگے سنانے لگا۔

ہیرو: میں نے کھویا دس کا پتہ میں نے کھویا سو کا نوٹ
ہیروئن: کھائی حسن کی چوٹ۔ مورے آنچل کی اوٹ
ولن: پڑ گئی ٹھرے کی لوٹ
دھت تیرے کی!

"ٹھرے کی لوٹ" اور اس پر "دھت تیرے کی!" دونوں سیٹھ اچھل پڑے۔ سندر نے جلدی سے ایک گلاس میں میرے لئے وہسکی انڈیلی۔ دوسرے میں اپنے لئے، تیسرے میں داؤد کے لئے اتنی انڈیلی، کہ اُسے کہنا پڑا۔

"بس جانی!"

جانی نے ہاتھ روک لیا۔ پھر دونوں میں نہ جانے کیا خفیہ اشارہ ہوا کہ سندر نے اکدم اپنا لہجہ بدل دیا۔ اپنے گلے کی ٹائی کو اور بھی ڈھیلا کرتے ہوئے بولا۔

"اچھا ہے، مگر بہت اچھا نہیں ہے۔ ٹھیک ہے مگر بہت ٹھیک نہیں ہے۔ چلے گا، مگر بہت نہیں چلے گا۔"

"ہاں اچھا ہے مگر کچھ کچا ہے۔ مجے کا ہے مگر کچھ کسر ہے۔ ابھی تم کو

بہت محنت کرنا پڑے گا" داؤد سیٹھ بولا۔

"وہ میں کر لوں گا سیٹھ!" میں نے کسی قدر لجاجت سے کہا حالانکہ اندر سے بہت غصہ آرہا تھا۔

"اس کو ایک چانس تو ملنا چاہیئے" سیٹھ داؤد نے سندر لس جانی سے سفارش کی "اس کی ساعری میں دم معلوم ہوتا ہے"۔

"پھر ساحر کا باورچی بھی رہ چکا ہے" سندر لس جانی نے غور کرتے ہوئے کہا۔

"تو ایک چانس دے دو اس کو"

"پر چانس ہے کدھر؟" سندر نے داؤد سے پوچھا "بڑا پکچر تو خود ساحر لکھ رہا ہے"

"تو چھوٹا والا اس کو دے دو جو تم اگلے مہینے میں سٹارٹ کرتے ہو"۔ داؤد ایسے بولا جیسے اس کا اگلی تصویر سے کوئی تعلق نہ ہو۔

"ہاں، وہ چھوٹی تصویر، اس میں تم کو ٹرائی کر سکتے ہیں" سندر جانی نے مجھ سے کہا، جیسے مجھ پر بڑی مہربانی کر رہا ہو "پر وہ بہت چھوٹی تصویر ہے اور اس کو ہم اس لئے شروع کر رہے ہیں کہ جو نئے لوگ ادھر ادھر سے تمھاری طرح فلم کے کام کی تلاش میں آتے ہیں ان کا کچھ بھلا ہو جائے۔ اپنے کو کچھ کھانے کمانے کا نہیں ہے اس دھندے میں۔ دو چار لاکھ ہی بنا ڈالیں گے نئے لڑکے لڑکیوں کو لے کر"

"سب نوے لوگوں کو چانس دینا ہے۔ ہم اس پکچر میں تم کو بھی لے لے گا" داؤد نے مجھے پچکار کے کہا۔ پھر سندر سے کہا "اس کا کنٹریکٹ بنا دو جی ابھی"

"ٹھیک تو چلے کرائیں" سندر بس جانی کسی قدر کڑوے لہجے میں بولا۔ "ہم پچاس روپیہ ایک گانے کا دیں گے۔ یہ تو بہت کم، پر تمھاری پبلسٹی پہ بہت خرچ کرے گا!"

"کیا پبلسٹی کرے گا؟" میں نے جل کر کہا "یہی لکھو گے کہ ہماری پہلی پکچر ساحر لدھیانوی دوسری اس کا باورچی!"

"تم تو خفا ہو گیا بہت ماسٹر!" داؤد نے ہنس کر میرے شانے پہ ہاتھ رکھتے کہا پر سندر سے مخاطب ہو کے بولا "ہم جانتا ہے، یہ شاعر لوگ کا دل بہت پتلا ہوتا ہے۔ ذرا سی بات پہ بھڑک جاتا ہے، ان کو اور دو ہزار دو سندر!"

سندر نے میرے لئے اور دوسری انڈیلی، اپنے لئے اور داؤد کے لئے کہ اسے پھر ہاتھ روک کے کہنا پڑا۔

"بس جانی!"

سندر نے غور سے میرے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہم کاہے کو ایسی پبلسٹی کرے گا جس سے تمھاری اور ہماری بدنامی ہو۔ ہم تو کسی سے بولے گا تک نہیں، کہ تم ساحر کے باورچی رہے ہو۔ ہم تو ساحر سے بھی نہیں بولے گا۔ ہم ایسا پبلسٹی کرے گا جیسے تم ساحر کے دوست رہ چکے ہو۔ لدھیانہ کے کلاس فیلو ہو۔ دونوں دوست دونوں شاعر، اب دونوں ایک ہی فلم کمپنی میں دو الگ الگ پکچر کے گانے لکھتے ہیں۔ ایک نے لکھا تاج محل دوسرے نے لکھا تاج محل۔ پبلک دوڑی پڑے گی دیکھنے کے لئے کہ دونوں میں کون اچھا ہے۔ تم بات سمجھتے نہیں ہو کیا؟"

میں سمجھ گیا، سندر واقعی سیٹھ بزنس میں تھا۔

"اور تمھارا نام بھی بدلنا پڑے گا" داؤد سیٹھ بولے، "یہ پرنٹ
شرٹ نہیں چلے گا۔ تمھارا نام رکھا جائے گا بجلی بھوپالی!"

"بجلی بھوپالی؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں، بجلی بھوپالی!" داؤد نے کڑک کر کہا اور پھر داد طلب
نگاہوں سے سندر کی طرف دیکھ کر بولا "کیوں؟"

"بجلی بھوپالی۔ اے ون نام ہے" سندر بولا "جب پبلسٹی میں
ئے گا، سالا آکاش کے افق چمکے گا!۔۔۔ بجلی بھوپالی ۔۔۔ واہ!!"

سندر سیٹھ نے داؤد سیٹھ کے ہاتھ پہ ہاتھ مار کر کہا "کیا آرٹسٹک...
م دیا ہے۔ مانتا ہوں سیٹھ آرٹ کے معاملے میں تمھارا دماغ بہت
تا ہے"

"سالا ہم غلط لین میں آگیا" داؤد کسی قدر اداسی سے بولا "ہم
ہم نہیں ملتا ہے بزنس سے۔ نہیں تو ہم سچ کہتا ہے ہمارا بھیجہ بھی ایسا
ا سٹوری بھرا ہے کہ ایک دفعہ لکھ دیوے تو سالے رائٹر لوگ کا
ن توڑ دیوے۔ ان کا رائٹر بمبئی چھوڑ کے بھاگ جاوے"

وہ تھوڑی دیر چپ رہا پھر بہت اداس ہو کے بولا۔

"پر کیا کرے، ہم کو اس دھندے سے ہم نہیں ملتا ہے"
سیٹھ داؤد کی آنکھ میں آنسو تھے۔

"بے شک بے شک!" سندر لیس جیانی نے کہا "تھوڑی دیر ہم
ون اس آدمی کی ٹریجڈی پہ غور کرتے رہے جو رائٹر بنتے بنتے
ن میں ہی بدل گیا تھا۔ داؤد سیٹھ نے ہی جب مزید غور کیا تو ان

میں کچھ زیادہ وزن نہ پایا۔ فوراً ایک لمبا گھونٹ لے کر موڈ بدلا، او
میری طرف بے حد ہشاش بشاش ہو کے بولا۔
" تم کو چانس تو مل گیا، ہمارے پونے پر ایک بات تم کو
ہماری بھی رکھنی ہوگی۔"
"کیا؟" میں نے داؤد سیٹھ سے پوچھا۔
"پیسہ ملے گا کانے کا پچاس روپیہ، پر رسید دوگے پانسو کی۔"
" وہ کیوں؟"
" ارے بابا" سیٹھ داؤد نے ٹھنڈی سانس بھر کر کہا " ہم تو
بڑا پکچر شروع کر کے مصیبت میں پھنس گیا ہے، کس کو کتنا بلیک دیو۔
اور کدھر کدھر اس کو ڈالیے۔ اب تو یہ مصیبت ہے کہ کسی چوپڑی
میں جگہ نہیں ہے۔ کسی مد میں اس کو نہیں ڈال سکتا۔ اس لئے پر
پکچر شروع کرتا ہے کہ تم نوے لوگ کو اس میں چانس دے گا اور تھو
بلیک ہڈ تک کرے گا، ورنہ اپنے کو اس دھندے سے کچھ کمانے کا نہیں
" سمجھ گیا۔" میں نے کہا " تم نوے لوگ کو چانس دے گا اور پرا
بلیک ایڈجسٹ کرے گا۔"
" EXACTLY" سندر بس چالی نے کہا۔
" تو میں جاتا ہوں۔" میں نے اٹھتے ہوئے کہا
سندر نے جھٹ مجھے بازو سے پکڑ لیا۔
"کدھر جاتا ہے؟"
" واپس فٹ پاتھ پر!"
" پاگل ہوا ہے؟"

"ہاں، پاگل ہے ہم، ہم پچاس لے گا تو پچاس کی رسید دے گا۔ ہم سالا دھندا نہیں کرے گا۔"

اس پر وہ دونوں پہلے تو چپ رہے۔ پھر ایک دم زور زور سے ہنسنے لگے۔ اتنا ہنسے، اتنا ہنسے، اتنا ہنسے، کہ ان کی آنکھوں میں پانی آ گیا۔ ہنستے ہنستے وہ دونوں میری طرف ہاتھ اٹھا کر اشارہ کرتے جاتے تھے اور کہتے تھے۔

"بالکل بچہ ہے۔"

"ایک دم کچا ہے۔"

"سالا گدھا ہے۔"

"نرا اُلو کا پٹھا ہے۔"

"سالا تم کس دنیا میں رہتا ہے؟" سیٹھ جانی نے ایک بیزار کن نفرت سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔ "تم مجھ کو ایک چیٹے دھندے کا نام بتاؤ، ایک چیٹے دھندے کا، جو کالے کے بنا چلتا ہو۔ بس ایک چیٹے دھندے کا نام ــــ تو میں تمہارے پیشاب سے اپنا شیو کر لوں گا۔"

"رسید کے بغیر میں آپ کو ایک پن کی بھی اجازت نہیں دوں گا۔" میں نے غیور لہجے میں اسے جواب دیا۔ "میرا پیشاب کوئی ڈاڑھی صاف کرنے کا صابن نہیں ہے۔"

وہ حیرت سے میرا منہ دیکھنے لگے، ایسے جیسے کسی پاگل کو پاگل خانہ میں دیکھ رہے ہوں۔ پھر ایک دوسرے کو دیکھنے لگے، کہ آیا وہ جو کچھ دیکھ رہے ہیں وہ واقعی ان کے سامنے کرسی پر موجود ہے۔

"میں اپنے اصول نہیں توڑ سکتا۔" میں نے بڑی سختی سے کہا

"ہم اپنے نہیں توڑ سکتے" سندر بس جانی نے مجھے جواب دیا۔

"تو میں جاتا ہوں"

"تو جاؤ!" سندر بولا۔

میں اٹھنے لگا تو سیٹھ داؤد بولا۔

"پر یہ ٹھیک نہ ہو تو بیٹھ جاؤ۔ چلو ہم تم کو اس گانے کے تین سو کے بدلے چھ سو دیں گے اور پانسو کے بدلے تین سو کی رسید لیں گے"

"جی نہیں!" میں نے کہا "میں اس گانے کے سو روپے لوں گا۔ اور سو کی رسید دوں گا۔ لیجیے!"

دونوں نے ایک دوسرے کی طرف مایوس ہو کے دیکھا۔ اتنے میں سیٹھ داؤد نے پھر کوئی خفیہ اشارہ کیا۔ سندر نے جیب سے سو کا ایک پتہ نکال کے میری طرف بڑی بے زاری سے پھینک دیا۔ میں نے سو روپیہ جیب میں رکھا، رسید لکھ کے دی، گانا لکھ کے دیا، اور پتلون جھاڑ کے اٹھ کھڑا ہوا۔

اتنے میں پیون نے دروازہ کھولا۔ اس کے پیچھے پیچھے دو نہایت شاندار لڑکیاں نہایت شاندار ساڑھیوں میں ملبوس اٹھلاتی ہوئی بل کھاتی، لچکتی، سمٹتی، ہنستی مسکراتی بغیر کسی تمہید و تعارف اور نوٹس کے داخل ہوئیں۔ ان دونوں کی ساڑھیوں کے گرد چھ چھ فٹ تک کسی عمدہ خوشبو کا ایک نہ دکھائی دینے والا ہالہ لرز رہا تھا۔ انھیں دیکھ کر داؤد اور سندر دونوں اپنے صوفہ سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ میں تو خیر پہلے سے کھڑا تھا۔ ان میں ایک لڑکی جو دوسری سے قد میں زیادہ لمبی اور نازک سی تھی اور لباس بھی زیادہ شاندار پہنے

ہوئے تھی۔ میری طرف دیکھ کے کچھ ہچکچائی، پھر مڑ کر اپنی سہیلی کا تعارف کرانے لگی۔

"یہ میری سہیلی جیوتی ہے۔ آج ہی جبل پور سے آئی ہے اسے فلم میں کام کرنے کا بہت شوق ہے۔"

دونوں سیٹھوں نے بہترین مسکراہٹ سے ان دونوں کا استقبال کیا، پھر پہلی لڑکی نے غور سے میری طرف دیکھا۔

سندر نے میرا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

"یہ ساحر کا باورچی ہے۔"

میں جلدی سے ہاتھ جوڑ کے کمرہ سے باہر نکل آیا۔ تیز تیز قدموں سے واپس لوٹ رہا تھا اور میری آنکھوں میں آنسو تھے۔ یکایک میرے عقب میں لڑکیوں کی ہنسی اور قہقہے کا اک طوفان سا برپا ہو گیا۔ وہ لوگ کسی بات پر اتنے زور زور سے ہنس رہے تھے، سیٹھوں کے قہقہے بھی ان میں شامل ہو گئے تھے۔ کیا وہ لوگ میری حماقت پر ہنس رہے تھے۔ ایسا چانس کوئی احمق ہی رد کر سکتا ہے۔ پلوٹو کیا کہے گا؟ بے چارے نے کیسا کیسا فراڈ کر کے مجھے کام دلوا ہی دیا تھا۔ فلم میں پہلا چانس، اور میں کیسا احمق ہوں، بالکل کہیں پر اپنے آپ کو ایڈجسٹ نہیں کر سکتا۔

او پینٹ ماسٹر! یہ اصول تیرے کس کام کے ہیں؟ — کیا تو انھیں چاٹ سکتا ہے۔ کیا ان کی ہتی بنا کے جلا سکتا ہے، کیا انھیں کھا سکتا ہے۔ ان کو ایک گدے کی طرح اپنے فٹ پاتھ پر بچھا سکتا ہے؟ کیا ان اصولوں سے ان لڑکیوں کی خوشبو آتی ہے جن کے قہقہے

اب تک تیرے کانوں میں گونج رہے ہیں؟ ——— پھر کب تک ان
اصولوں کا کفن سر سے باندھے آرزوؤں کے میلے میں گھومے گا؟
اب بھی پلٹ جا اور دستخط کر دے اس کنٹریکٹ پر اور شامل ہو جا
اس حمام میں ———
جہاں سب ننگے ہیں

"سو کا نوٹ دکھاؤ" عبدل بولا۔

ایک مہینہ حوالات میں رہ کر عبدل اور باسکو، دونوں فٹ پاتھ پر واپس آ گئے تھے، پانچ لوفر پھر اکٹھے ہو گئے تھے۔ عبدل اور باسکو پر پولیس نے مقدمہ چلایا تھا۔ پھر مجسٹریٹ نے دونوں کو بری کر دیا، کیونکہ مقدمہ جھوٹا تھا۔ سداشو سنتری کو انسپکٹر نے ماہم کے چوک سے تبدیل کر دیا تھا۔ اس کی تنزلی بھی ہوئی تھی۔ سداشو کی جگہ اب بھاسکر آ گیا تھا۔

میں نے سو کا نوٹ عبدل کے ہاتھ میں دیا۔

عبدل نے اسے روشنی کے سامنے رکھ کر دونوں طرف سے اُلٹ پلٹ کے دیکھا، پھر بولا۔

"ٹھیک ہے، سو کا نوٹ ہے"

عبدل ایرانی ہوٹل والے کے ہاں بیرا رہ چکا تھا۔ اس نے کئی بار سو کا نوٹ دیکھا تھا۔

"مجھے دکھاؤ" باسکو نے بھی اپنا اطمینان کرنا چاہا" سالا یہ ہم

بھی اس کو دو تین بار چوری میں مل چکا ہے۔"
اسکو نے نوٹ کو بڑے شبہے کی نظروں سے دیکھا اور بولا۔
"مجھ کو تو جعلی لگتا ہے!"
"مجھے دکھاؤ" تانتیا جیب کترا اسکو کے ہاتھ سے نوٹ لے
دیکھتے ہوئے بولا "ایک دم جعلی ہے"
"جعلی نہیں ہے، اصلی ہے" عبدل نے دعویٰ کیا۔
ہم سب پریم ورما کی طرف بڑھے۔
تانتیا نے نوٹ پریم ورما کے ہاتھ میں دیا۔ میرا دل بری ط
دھڑک رہا تھا۔ کہیں نوٹ جعلی نہ نکل جائے۔ سب کی نگاہو
میں ایک ہی سوال تھا۔ اے خدا اگر یہ جعلی ہے تو بھی اسے اصلی
ایک ہی رات کے لئے اصلی کر دے۔ تجھ سے کیا یہ ممکن نہیں
اے خدا۔ اگر تو جعلی اور نقلی لوگوں کو عزت بخش سکتا
ایک نقلی نوٹ کو ایک رات کے لئے اصلی نہیں کر سکتا؟
پریم ورما نے ایک لحہ کے لئے نوٹ کو اپنے ہاتھ میں لے
الٹ پلٹ کے دیکھا، پھر مسکرا کے کہنے لگا۔
" اصلی ہے"
سب نے اطمینان کا ایک لمبا سانس لیا۔ پریم ورما پر سب
بھروسہ تھا۔ اگر پریم ورما اپنے زمانے میں لاکھوں کمانے والا
سو کے نوٹ کی پہچان نہیں کر سکتا تو اور کون کر سکتا ہے۔
"مجھے بھی دو!" جمنا نے کانپتے ہوئے دونوں ہاتھ اس
طرف بڑھائے اور اسے ایک بچہ کی طرح اچک لیا "کسی نے آج

ے سو کا نوٹ نہیں دیا۔ مجھے چھو لینے دو۔ دونوں ہاتھوں میں سو کا ٹ لے کر جمنا نے بڑے پیار سے اسے اپنے گلے سے لگا لیا، اپنے گال سے ا لیا، اس کی دونوں آنکھیں بند ہو گئیں۔ اس نے نوٹ کو آہستہ سے ما۔ اس کی دونوں آنکھیں بند ہو گئیں ان بند آنکھوں سے آنسو ہنے لگے۔ اس نے کچھ کہے بغیر نوٹ میرے ہاتھ میں واپس دے دیا۔

"اس نوٹ سے جمنا کی شادی ہو گی" میں نے اعلان کیا۔

سب حیرت سے میرے منہ کی طرف دیکھنے لگے۔ سو کا نوٹ ھ میں رکھتے ہوئے مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے میرا دل آسمان کی طرح وسیع ہوتا جا رہا ہے۔

"میں آج ہی باجو کے سب فٹ پاتھیوں کو کھانا کھلاؤں گا۔ بڑی دھوم دھام سے جمنا کی شادی ہو گی۔"

جمنا کے چہرے پر خوشی، لالچ، خوف، یقین، شبہے کے مختلف رنگ آ جا رہے تھے۔ کبھی ایسا لگتا جیسے ہنسنے کو ہے کبھی ایسے، جیسے رونے کو ہے۔ وہ ادھر ادھر ہم سب کو دیکھ رہی تھی۔

"سالی کے پاس ایک نئی ساڑھی تو ہے نہیں۔" تاتنیا بولا۔

"میں ایک لال رنگ کی ساڑھی لاؤں گا اس کے لئے۔ اور لال رنگ کی چوڑیاں اور سیندور... بڑی شان سے شادی ہو گی اس کی۔ سارا فٹ پاتھ دیکھے گا۔"

مسرت سے جمنا کی آنکھیں چمکنے لگیں۔ بولی

"بینڈ باجہ آئے گا؟"

"ضرور آئے گا" میں نے کہا۔

"اور رانی؟"

"رانی بھی ہوں گے" میں نے طے کر دیا۔

"اور دولھا گھوڑے پر؟" جمنا خواب دیکھ رہی تھی۔

"دولھا بھی گھوڑے پر آئے گا" میں نے پریم درما کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"کپڑوں کا سہرا پہنے؟" جمنا اپنے خواب میں کھو گئی تھی "اور پھر کیا گیت گائیں گی اور مجھے سجا کر شادی کے منڈپ میں لے جائیں گی ..."

جمنا خوشی سے سسکنے لگی۔ پریم درما آگے کھسک آیا اور جمنا کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کے بولا۔

"جیسے تم چاہو گی ویسے ہی ہوگا"

اس کی آواز میں ایک عجیب سا درد تھا۔

"بلڈی فول" باسکو چورنس کے بولا "سو روپیہ میں یہ سب کچھ کیسے ہوگا؟"

"ہونا ہی پڑے گا" تانتیا بولا۔

"ہونا ہی منگتا" عبدل نے اپنے ہاتھ پر ہاتھ مار کے کہا۔

پریم درما نے مجھ سے کاغذ پنسل مانگ کر حساب لگانا شروع کیا۔

"سترہ روپے کی ساڑھی آئے گی! لال رنگ کی" میں نے کہا۔

"نہیں" جمنا بولی "میں سلک کی ساڑھی لوں گی۔ آج تک کبھی نہیں پہنی"

"سلک کی ساڑھی تو پینتیس میں آئے گی!" میں نے کہا۔

درما نے پینتیس لکھ لئے۔

"اور عمدہ والی چوڑیاں - ایک درجن بڑھیا ہوں ہاتھی دانت کی لال چوڑیوں کی طرح چم چم کرتی ہوئی اور بلوج (بلاؤز) یعنی لال ریشم کا ہو اور مانگ میں سیندور اور چوٹی پھیتوں سے گندھی ہوئی" اور جمنا اپنے ننگے ہاتھ دیکھ کر کہنے لگی" اور ایک سنہری انگوٹھی اس ہاتھ میں اور ایک انگوٹھی اس ہاتھ میں اور گلے میں ہار، چاہے نقلی موتیوں کا ہو، اور کانوں میں جھمکے ... ہائے ..." کہہ کر جمنا نے شرم سے ساڑھی کا پلو اپنے دانتوں میں لے لیا۔ مجھے اس کی یہ ادا بہت اچھی لگی۔ اس ایک لمحے میں جیسے اس کے چہرے کا سارا پھکڑ پن اور طوائف پن نکل گیا۔ اس ایک لمحہ میں وہ ایک دن چھوٹی دوشیزہ کی طرح معصوم اور بھولی تھی۔ میں حیرت سے اسے تاکتا ہی رہ گیا۔ کہاں چھپا رکھا تھا اس جمنا نے اس جمنا کو۔ دل کے کس گوشہ میں، روح کی کس گہرائی میں اور کہاں سے آتا ہے یہ لمحہ۔ دن کو فٹ پاتھ پر سونے والی، رات کو دھندا کرنے والی نچی کھسی چھائیوں ماری چڑیل خاک میں اٹی، مایوسی سے پٹی، بے رحمی بے سروسامانی کی ماری بد روح پر یہ ایک لمحہ آتا ہے جنت کے پرندے کی طرح اپنے پر کھول کر اس طرح پھیلا دیتا ہے کہ ہم خاک نشینوں کی زندگی کا ذرہ ذرہ جگمگانے لگتا ہے۔ اس لمحہ میں یقین ہوتا ہے کہ انسان مٹی سے نہیں آگ سے بنا ہے۔

"اور باراتیوں کے لئے نئے کپڑے کہاں سے آئیں گے؟" تاتتیا نے پوچھا۔ "کیا یہ گندے، میلے، پھٹے پرانے کپڑے پہن کر ہم لوگ بارات میں جائیں گے؟"

"برائڈ گروم کا بھی ایک جوڑا ہونا منگتا۔ کوٹ، پینٹ، ٹائی!" باسکو بولا۔

"نہیں" جمنا بولی "اچکن، چوڑی دار پاجامہ اور اچکن کی بانہوں سے قمیض کے کف نکلتے ہوئے جیسے فلم میں ہوتا ہے"

عبدل نے کہا "اور یاتریوں کو کھانا نہیں دیں گے؟ آجو باجو کے فٹ پاتھیوں کو بلاؤ گے تو پالیس پچاس تو ہو جائیں گے۔ قورمہ، بریانی، دال اور روٹی کا بھی حساب لگا لو"

"اور پنڈت جی کی فیس؟" تانتیا نے کہا "سب حساب کر لو"

پریم ورما نے مایوس ہو کر کاغذ پنسل زمین پر رکھ دی۔

اب وہ سو کا نوٹ بہت چھوٹا معلوم ہو رہا تھا۔ کاغذ کا ایک پرزہ حقیر اور بے بضاعت۔ اپنی ساری زندگی خوابوں کو کاٹ کر چھوٹا کرنے میں گذرتی ہے۔ کاٹ کاٹ کر اتنا چھوٹا کرتے رہتے ہیں کہ وہ سو کے نوٹ میں سما سکیں، دس کے نوٹ میں، ایک روپے کے نوٹ میں، کبھی یہ خواب خالی لفافے میں چھپانے پڑتے ہیں۔ وہ سماج کہاں ہے جو خوابوں کے ساتھ چلے؟ میں سوچنے لگا۔

"شادی تو ضرور ہوگی" میں نے لوفروں کی طویل خاموشی کو توڑتے ہوئے کہا۔

تانتیا زور سے ہنسا۔ اس کی ہنسی بڑی تلخ تھی۔

"ہاں ہوگی، جیسے میری ماں کی ارتھی اٹھی تھی"

جمنا نے کانپ کر اپنے منہ پہ ہاتھ رکھ لیا۔ ہم سب کے چہرے شرم سے جھک گئے۔

یکایک عبدل ہمارے بیچ میں سے اٹھا اور اٹھ کر سڑک کراس کر کے دوسرے فٹ پاتھ کی ریل پیل میں غائب ہو گیا۔ ہم سب اس کی طرف

دیکھتے رہے۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک لمبے کھترے، کالے لڑکے کو لے کر آیا جو عجیب طریقہ سے چمک کر لمبے لمبے ڈگ بھرتا تھا اور عجیب طرح سے شرما کے ہنستا تھا۔

"یہ رجاک ہے۔" عبدل نے تعارف کرایا "اپنے گاؤں کا ہے۔ یہ بولتا ہے سادی کے سب کپڑے ہم دے گا۔"

"کدھر سے دے گا؟" باسکو نے پوچھا "کسی ٹیلر کے ہاں کام کرتا ہے؟"

"نہیں!" رجاک شرما کر بولا "ہم اُدھر —— " رجاک نے دوسرے فٹ پاتھ کی طرف اشارہ کیا "اُے وَن لانڈری میں رات پالی کرتا ہے شام پانچ بجے سے ایک بجے تک کپڑے استری کرتا ہے۔ پھر لانڈری بند کر کے ادھر ہی چبوترے پر سوجاتا ہے۔ صبح لانڈری کا مالک خود آکے چابی ہم سے لے کے لانڈری کھولتا ہے۔ کپڑوں کا حساب کر کے روج کا روج پیسہ دیتا ہے۔"

"تم کپڑا دے گا؟" تانیا نے اس سے پوچھا۔

"عبدل کی جمے داری پہ دے گا۔ کیوں عبدل؟" رجاک شرما کر ہنسا اور ہنس کر شرمایا اور بڑے بے ڈھنگے پن سے اپنی کالی کالی ٹانگیں ایک دوسری سے کھجانے لگا۔ مجھے اس کا بے ڈھنگا پن بہت پسند آرہا تھا۔

"تم کو بولا ناں؟" عبدل کہنے لگا۔ "کھالی ایک رات کی بات ہے صبح تم کو سب کپڑے واپس دینگا۔"

"ٹھیک پانچ کلاک پہ ہم کو کپڑا مل جائے گا تو ہم ان کو پھر سے استری کر کے صبح تک کانچ کی الماری میں اٹھا دے گا۔ کسی کو پتہ بھی نہیں

پیٹ جائے گا، نہیں تو ہم آفت میں پڑ جائے گا۔"
رچا اک نے تنبیہہ کی۔
"ہو! ملے گا۔ مارننگ میں پانچ بجے ہر وہ سب کپڑا واپس تم کو ملے گا۔"
باسکو نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔ اب وہ بھی موڈ میں آرہا تھا۔
"تم کو کیا کیا منگتا ؟"
باسکو بولا: "میرے لئے شوٹ، پینٹ، بو اور کوٹ!"
"بو — ہمارے پاس نہیں ہے۔" رچا اک نے سر سے پاؤں تک اسے دیکھ کر کہا: "باقی سب ملے گا۔"
تانتیا نے کہا: "ہم کو لکھنؤ کا ڈریس بہت اچھا لگتا ہے۔ چکن کا کرتہ، پھول والا چٹا پٹا پاجامہ اور سر پہ ٹیڑھی ٹوپی، منہ میں پان اور کان میں عطر کا پھویا۔ واہ ..."
"ملے گا۔" رزاق نے اس کے جسم کا جائزہ لے کر کہا: "پر ٹوپی نہیں ہے۔"
"وانڈہ نہیں! ٹوپی کے بغیر بھی چلے گا!" تانتیا بولا۔
"اور تم ؟" رزاق نے پریم ورما کی طرف دیکھا۔
"یہ تو دولھا ہے!" عبدل بولا اور سب ہنس دیئے۔
یکایک رزاق نے چٹکی بجائی جیسے کوئی عمدہ خیال اس کے دماغ میں آیا ہو۔ بولا: "تم سب لوگ باری باری رات کو بارہ بجے کے بعد لانڈری میں آجاؤ اور اپنا اپنا کپڑا ٹھیک کر جاؤ۔ شادی کب ہے ؟"
"کل ہے۔" میں نے کہا۔
"اور کل تک سارا پسند کا کپڑا گھر لے گیا تو تم کیا کرے گا ؟"

باسکو نے پوچھا۔

"میں بول دوں گا یہ کپڑا پھر سے استری کرنے کا ہے! — تم لوگ بارہ بارہ بجے کے بعد میری دکان پر آؤ۔"

اتنا کہہ کر وہ پھر ہنسا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا واپس دوسرے فٹ پاتھ پہ چلا گیا۔

"کپڑا تو ٹھیک ہو گیا۔" عبدل نے فتح مندانہ ہوں سے سب کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "دلہن کا کپڑا ابھی دے ہی دے گا، ایک سے ایک بڑھیا ساڑھی ہے اس کی دکان پر — میں خود اپنی آنکھوں سے دیکھ آیا ہوں۔ ہجار ہجار کی ساڑھی ہے۔ سونے چاندی کا کام ہے۔ بلائتی کپڑا ہے۔ میں کھود دیکھ کے آیا ہوں۔"

"پر ابھی بہت کام باقی ہے۔" تانتیا نے عبدل سے کہا۔ "بینڈ ماسٹر کدھر سے آئے گا؟"

"یہ پینٹ ماسٹر سے پوچھو۔" باسکو بولا۔ "بغل کی گلی میں اس کا یار گوبردھن پٹیل بینڈ ماسٹر رہتا ہے۔ اس سے کبھی کبھی ناول لے کے پڑھتا ہے۔ بلاڈی باسٹرڈ بہ کس روج ہمارا کام کرے گا؟"

میں نے باسکو سے کہا "تم ابھی ہمارے ساتھ چلو ابھی بات کرتے ہیں۔"

"چلو!"

ہم لوگ بغل کی گلی میں گوبردھن بینڈ ماسٹر کے گھر چلے گئے۔ اس کی دکان گلی میں کھلتی تھی۔ دکان کے پیچھے اس کا گھر تھا۔ اس کی دکان ابھی تک کھلی تھی اور گوبردھن بینڈ ماسٹر ابھی تک دکان پر کسی نئی دھن کی پریکٹس کر رہا تھا۔ اس کے ساتھ دو سردار بھی مشق کر رہے تھے۔ سچن سنگھ

کے ہاتھ میں ٹرمپیٹ تھا اور ہرچرن سنگھ کے ہاتھ میں کلارنٹ ـــــ دھن کے بول تھے

" کاہے کرتا دیر برانی ... "

' دیر برانی دیر برانی ' بچن سنگھ تو ٹرمپیٹ سے ٹھیک ادا کر رہا تھا، مگر ہرچرن سنگھ کے کلارنٹ سے ' دیر برانی ' کا ٹکڑا ٹھیک سے ادا نہیں ہو رہا تھا۔ پریشان ہو کر ٹرمپیٹ والا بچن سنگھ بولا۔

" اوئے ہرچرنیا ـــ نکال اس دخیل برانی کو باہر۔ کب سے تیری کلارنٹ میں پھنسا ہے "۔

ہمیں آتے دیکھ کر گوبردھن نے سکھانا بند کر دیا۔ مجھے دیکھ کر مسکرایا۔ باسکو کو دیکھ کے بولا " یہ کدھر دھاوا بولنے کا ہے ؟ "

" تمھارے گھر آیا ہوں " باسکو نے ڈٹ کے جواب دیا۔

" اپنے گھر میں پینل کے باجوں کے سوا کیا ہے ؟ " گوبردھن بولا۔

" وہی چاہیے "۔

" کیا ؟ "

میں بولا " تمھارا بینڈ چاہیے۔ فٹ پاتھ پہ ایک شادی ہے "

" کس کی ؟ "

میں نے باسکو کی طرف دیکھا، باسکو نے میری طرف دیکھا۔ میں نے کہا۔

" بہن کی "

" تمھاری بہن " گوبردھن نے حیرت سے میری طرف دیکھا " تمھاری کوئی بہن تو فٹ پاتھ پہ نہیں رہتی "

" وہ جمنا ہے ناں ! " باسکو جلدی سے بولا۔

"وہ رنڈی؟" بے اختیار گوبردھن کے منہ سے نکلا۔ مگر میرا غصّہ سے لال چہرا دیکھ کر وہ آگے کچھ نہ بول سکا۔ میرا منہ دیکھنے لگا۔ میں نے کہا "وہ کوئی بھی ہو۔ اس کو میں نے بہن بولا ہے۔ ہاں تیرا بینڈ چاہیئے۔ اور پیسہ ایک نہیں دوں گا۔ مفت میں آکر فٹ پاتھ پر بینڈ بجانا ہو گا۔ بول کیا بولتا ہے؟"

گوبردھن نے کہا "آج کل لگن کا ٹائم ہے۔ روز شادی ہونا ہے۔ کل کا دن ٹھیک ہے۔"

"اور پرسوں؟" میں نے پوچھا۔

"پرسوں بھی ٹھیک ہے۔" گوبردھن بولا "اگلے پندرہ دن بک ہیں۔"

"چلو چلیں۔" باسکو نے مجھے گھسیٹ کر دکان کے نیچے اتار لایا۔ ہم لوگ ابھی گلی سے باہر نہ نکلے تھے کہ ٹرمپٹ والا سردار بچن سنگھ دوڑتا ہمارے پاس آیا اور میرے شانے پر تھپکی دے کر بولا۔

"جوان تو نے رنڈی کو بہن بولا۔ بہت بڑا جگرا ہے تیرا۔ تو مرد کا بچّہ ہے۔ ہم تیرے واسطے مفت بینڈ لا دوں گا۔"

"کدھر سے؟"

"میں ٹرمپٹ بجاتا ہوں۔ ہرچرن کلارنٹ بجائے گا۔ چار پانچ ہمارے اور دوست ہیں۔ پر ابھی ہم سب سیکھتے ہیں۔"

"واندہ نیئں۔" باسکو بولا "بینڈ دکھنا چاہیئے۔"

"او دکھے گا۔" بچن سنگھ ہنس کے بولا "شاندار بینڈ دکھے گا۔ پر ایسا ہے کہ دھنوں میں ہم لوگ ابھی کچّے ہیں۔"

"کوئی مضائقہ نہیں۔" میں نے بچن سنگھ سے کہا "مگر بینڈ دکھائی

دینا چاہیئے اور زور کا بجنا چاہیئے۔ بہت زور کا۔"

"وہ زور کا بجے گا کہ آجو باجو کی کھڑکیاں ٹوٹ جائیں گی۔"

بچن سنگھ نے ہنس کر کہا اور زور سے مجھ سے اور باسکو سے ہاتھ ملایا۔ اور پھر آخر میں اپنا تعارف کراتے ہوئے بولا "میرا نام بچن سنگھ ہے۔ وہ دوسرا سردار میرا بھائی ہے۔ اس کا نام ہرچرن سنگھ ہے۔ تم کون ہو؟"

"میں باسکو ہوں۔ یہ..." باسکو میرا تعارف کرانے لگا تو بچن سنگھ نے ہنس کر اسے روک دیا۔ "ان کو میں جانتا ہوں۔ گوبردھن ماشٹر بتاتا تھا، کہ تم کہانیاں لکھتے ہو۔"

"کبھی کبھی!"

"ایک کہانی میری بھی لکھ دو۔" وہ سردار شرما کر بولا۔ "ہم تم کو اپنا قصہ سنائے گا۔ ایک لڑکی کے سنگ ہم کو لو ہو گیا تھا۔"

"لکھ دوں گا۔" میں نے وعدہ کیا تھا۔

اس نے کل رات ایک بجے بینڈ کو لے کر آنے کا وعدہ کیا اور واپس گلی میں چلا گیا۔

راستے میں تانتیا آتا ہوا ملا۔ بولا۔

"میں حمیدے عطر والے کو ٹھیک کر کے آیا ہوں۔ وہ کل دولھا دلہن کے مفت عطر لگائے گا اور ایک چھوٹا عطر کا بارا تیوں کو دے گا۔"

باسکو خوشی سے ہوا میں اچھلا اور اچھل کر فٹ پاتھ کے کنارے اگے ہوئے جامن کے ایک پیڑ کی ڈال سے لٹک گیا اور جھولنے لگا۔ چند لمحوں کے بعد وہ ڈال اس کے وزن سے کڑکڑا کر نیچے گر پڑا۔ دھم سے

باسکو نیچے آن پڑا۔ ہیں اور تانتیا ایک دوسرے کی کمر میں ہاتھ ڈال کر ہنسنے لگے۔ باسکو کپڑے جھاڑ کر اٹھ کھڑا ہوا اور ہمارے ساتھ مل کر زور زور سے ہنسنے لگا۔

سب سو گئے۔ رات کے دو بجے مجھے پیاس لگی ہے۔ میں پیاس بجھانے بیسٹ کمپنی کے اڈے کے نل سے پانی پینے کے لئے اٹھتا ہوں۔ سب سو رہے ہیں۔ صرف کوڑھی جان کھانس رہا ہے۔ اُسے دو روز سے بخار ہے اور کھانسی ہے اور اس کی آنکھیں لال لال رات کے اندھیارے میں بڑی خوفناک معلوم ہوتی ہیں۔

تانتیا کے دونوں ہاتھ کھلے ہیں۔ دونوں ٹانگیں بھی کھلی ہیں۔ وہ ایک ایسے بٹوہ کی طرح خاک پر پڑا ہے جیسے کسی جیب کترے نے دونوں طرف سے کھول دیا ہو۔

جمنا پریم ورما کے قدموں میں پڑی ہے۔ اس کا ایک ہاتھ پریم ورما کے پاؤں پر ہے دوسرا اپنے سینے پر۔ سوتے میں اس کے چہرے پر ایک عجیب سی مسکراہٹ ہے۔

لوہے کے جنگلے کے پاس باسکو دو زانو ہو کر مریم سے مخاطب ہے۔ اس کی بھاری پاٹ دار آواز لرزتی ہے اور کہتی ہے۔

"ہولی مدر — ہم سب باسٹرڈ ہیں — جمنا اِز اے بلاڈی بچ — مگر ہولی مدر — ہم تیرا پاؤں چاٹتا — اس کا گناہ

معاف کردے ـــــ اس کا سادی بنادے ـــــ ہولی مدر، ہم تیرا پاؤں چاٹتا۔"

باسکو بالکل زمین پر جھک گیا ہے۔

اور جب سر اٹھاتا ہے تو اس کے ہونٹوں پر مٹی لگی ہے اور وہ دونوں ہاتھوں سے موم شمع کی لو کو ہوا کے حملہ سے بچاتے ہوئے انتہائی وارفتگی اور پرستش کے عالم میں ہولی مدر کی طرف دیکھ رہا ہے اور وہ اپنے ہونٹوں کی مٹی چاٹ رہا ہے اور بہت مضحکہ خیز معلوم ہوتا ہے۔

جب میں بیسٹ کمپنی کے نل سے پانی پی کے لوٹتا ہوں تو باسکو دعا کر کے سو چکا ہے۔

کوڑھی جان ابھی تک جاگ رہا ہے اور کھانس رہا ہے، اور مجھے دیکھ کر رک جانے کو کہتا ہے۔

اس کے چہرہ سے ایسا لگتا ہے کہ اسے شدید بخار ہے۔ اس کا سا جسم کانپ رہا ہے۔

"کیا ہے؟"

میں بڑی سختی سے اس سے پوچھتا ہوں۔

وہ کانپتے ہاتھوں سے اپنی گدڑی میں ہاتھ ڈال کر ٹٹول ٹٹول کر کچھ نکالتا ہے۔

پھر اس کی ہتھیلی میرے سامنے پھیل جاتی ہے۔

"یہ دس روپے ہیں، میری طرف سے ـــــ جمنا بیٹی کی شادی کے لئے ...."

اس کی ہتھیلی کانپ رہی ہے۔ اس کی آنکھیں سُرخ ہیں۔ ایک ایک کر کے رُوپے اس کی ہتھیلی سے نیچے فٹ پاتھ پر گرنے لگتے ہیں۔ میں انھیں چننے لگتا ہوں۔ کچھ کہہ نہیں سکتا۔ جی چاہتا ہے رو دوں۔ رو بھی نہیں سکتا۔ بے اختیار اس کے ہاتھ کو بوسہ دینے کے لئے آگے بڑھتا ہوں۔ ایک چیخ مار کر جان پیچھے ہٹ جاتا ہے۔ اور دونوں ہاتھوں سے مجھے منع کرتے ہوئے کہتا ہے۔

"میں کوڑھی ہوں، میں کوڑھی ہوں۔"

"کاش تیرا کوڑھ ساری دنیا کو لگ جائے۔ کوڑھی جان! تو خدا کا بیٹا ہے۔ اپنا ہاتھ مجھے چوم لینے دے!"

ہوتے ہوتے جمنا کی شادی کی خبر پھیلنے لگی۔
ایرانی ہوٹل کے مالک نے عبدل کو بلایا۔ ایرانی مشہد کا رہنے والا تھا۔ اور ہر تیسرے چوتھے سال ایران اپنے وطن جاتا تھا اس کے ہوٹل میں دوسرے ایرانی ہوٹلوں کی طرح شاہِ ایران اور ملکہ فرح دیبا کی تصویریں لگی ہوئی تھیں۔ وہ معاملہ کا بے حد کھرا مگر بے حد کنجوس آدمی مانا جاتا تھا۔
"یہ شادی کہاں ہوگی؟" ایرانی نے عبدل سے تعزیت دریافت کرتے ہوئے پوچھا۔
"چوک میں!"
"کہاں پر؟"
"جہاں ٹریفک کا نکونا ہے اس کے اندر..."
ماہم سے چوک میں ٹریفک کی ایک نکون ہے، جس کے گرد تین طرف سے آنے والا ٹریفک گھومتا ہے، مگر نکون کے اندر کوئی قدم نہیں رکھ سکتا، اس لئے شادی کے لئے سب سے محفوظ جگہ یہی خیال

کی گئی۔

"کس وقت شادی ہو گی؟"

"رات کے دو بجے، جب چوک خالی ہوتا ہے۔"

"مگر جھنڈیاں تو ٹائپ رائٹر والی دکان کے اندر لگی ہیں، بلکہ برآمدہ میں!"

عبدل کچھ شرمایا۔

"بات یہ ہے سیٹھ!" وہ رک کر بولا "متین ٹائپسٹ نے ہم کو بولا ہے کہ آج رات کو دولہا دلہن میری دکان کے برآمدے میں سو سکتے ہیں اس لئے ہم نے اس جگہ کو جھنڈیوں سے سجا دیا ہے۔"

"باراتی کتنے ہوں گے؟"

"باراتی کا نمبر ایک سو سے اوپر جائے گا۔ آج بابو کے فٹ پاتھ والے سب آ رہے ہیں۔"

"تم سب کو کھانا کھلائے گا؟"

"ہاں!"

"کدھر سے کھلائے گا؟"

"پچاس کا آرڈر تو سیٹھ تمہارے ہوٹل میں دے دیا ہے۔"

"ہاں جبھی تو ہم کو پتہ چلا۔ باقی پچاس کو تم کھانا کدھر سے کھلائے گا؟"

عبدل چپ رہا، پھر اوپر چھت کی طرف دیکھ کر بولا۔

"وہ اوپر والا دے گا — نہیں تو تھوڑا تھوڑا کر کے بانٹے گا۔ شاید ہم سات آٹھ آدمی بھوکا بھی رہے گا — پر سب کی خاطر کرے گا۔"

ہوٹل کے مالک نے مسکرا کر کچھ کہنا چاہا۔ پھر ایک دم اس کا چہرہ پیلا پڑ گیا۔ آہستہ سے بولا "اچھا تم جاؤ"۔

عبدل واپس جانے لگا۔ وہ ہوٹل کے دروازہ سے باہر نکل رہا تھا کہ مالک نے اسے آواز دے کر واپس بلایا۔

"سنو!"

عبدل واپس آیا۔

ہوٹل کے مالک نے جلدی جلدی کہا "اچھا! باقی پچاس کا کھانا ہم دے گا" اتنی جلدی اس نے یہ لفظ ادا کئے جیسے اسے خود اپنی کنجوسی سے ڈر لگتا ہو۔ اور اب کہہ دیا تو طے ہو گیا۔

عبدل کا منہ حیرت سے کھلے کا کھلا رہ گیا۔ اس نے تشکر آمیز نگاہوں سے ہوٹل کے مالک کی طرف دیکھا، مگر وہ اپنے کاؤنٹر پر سر جھکائے بڑے انہماک سے "چینج" "Change" گننے میں مصروف تھا اور کسی طرح عبدل کو نہیں دیکھ رہا تھا۔

عبدل یکایک پلٹا اور کچھ کہے سنے بغیر تیزی سے ہوٹل کے باہر چلا گیا۔ تیزی سے بھاگتا ہوا چوک کراس کر کے اپنے فٹ پاتھ پر چلا گیا۔ اور آتے ہی چلا چلا کر ہمیں یہ خوش خبری دینے لگا ــــ آناً فاناً ایرانی کی فیاضی کی خبر دونوں طرف فٹ پاتھ پر پھیل گئی۔ لوگ جوق در جوق مبارکباد دینے کے لئے آنے لگے۔ جمنا شرما کر ایک کونے میں بیٹھ گئی تھی، گھونگھٹ کاڑھ کر!

تھوڑی دیر میں تانتا بھی ہنستا مسکراتا باچھیں کھلاتا آن پہنچا۔ اس کے ہاتھ میں گنے کے تین ٹکڑے تھے۔ اس نے ہاتھ کے اشارہ سے جمنا کو

بلایا جو گرجا کے جنگلے سے ٹیک لگائے سکڑی سمٹی بیٹھی تھی۔
" یہ کیا ہے ؟ " پریم درما نے پوچھا۔
نانتیا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ جب جمنا بھی ہماری ٹولی میں کھسک کر آگئی تو اس نے ڈبے کھولنے شروع کیے۔
پہلے ڈبے میں مینا کاری کے کام کا جھم جھماتا ہوا ایک گلوبند تھا۔ جس میں موتیوں کا ایک لاکٹ لگا ہوا تھا۔ ڈبہ کھلتے ہی جیسے سب کی آنکھیں روشن ہو گئیں۔ بالے خوشی کے جمنا کے منہ سے ایک چیخ نکلی۔
نانتیا نے دوسرا ڈبہ کھولا۔ اس میں اسی ڈیزائن کے ہاتھ کے کنگن تھے رنگا رنگ کے نگوں سے جڑے ہوئے اور اسی وضع کے کان کے جھمکے تھے۔
جمنا کی آنکھیں غیر معمولی طور پہ پھیل کر بڑی ہو گئیں۔ اس نے دانتوں تلے انگلی دبالی۔
تیسرے ڈبہ میں ماتھے کا جڑاؤ ٹیکا تھا جو ہیروئن کو پہنایا جاتا ہے۔ ہائے کہہ کر جمنا نے ٹیکے پہ اپنا ہاتھ رکھ دیا۔ باسکو اس کا ہاتھ جھٹک کر بولا " اس کو میلا مت کرو "
" کدھر ہاتھ صاف کیا ؟ " میں نے نانتیا سے پوچھا۔
" وہ ہم بچارکا سندھی نہیں ہے، نقلی جیور ہے بیچتا ہے " نانتیا نے کوئی ساٹھ ستر گز میرے ایک کان کی طرف اشارہ کیا " اس نے ہم کو بلا کے یہ دیا۔ بولا۔ آج رات کو یہ دلہن پہن لیوے۔ صبح ہم کو واپس کر دیوے۔ ہم تینوں ڈبے اٹھا کے لے آیا "
جمنا کبھی ایک زیور کو دیکھتی تھی کبھی دوسرے کو، کبھی ہم سب کو اس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا وہ کیا کرے، کیا کہے۔ اس کے چہرہ پہ عجیب

طرح کا بھولپن اور ملاحت آتی جا رہی تھی۔ آخر آنسو اس کی آنکھوں سے بہنے لگے۔ باسکو بولا۔

" بلاڈی نیچ۔ رات کو ہم نے تیرے واسطے ہولی مدر سے بلیسنگ "Blessing" مانگا۔ لگتا ہے ہولی مدر تم پر مہربان ہو گیا ہے"۔

دن بھر ہم لوگ مختلف کاموں میں جٹے رہے۔ چین کا ایک سانس نہیں ملا۔ ہر ایک کے دل میں بس یہی لگن تھی شادی ہو جائے اور ایسی شاندار ہو جیسی ماہم بازار میں آج تک کسی نے نہ دیکھی ہو۔ ہاتھ بٹانے کے لئے کلیئر اور فٹ پاتھ کے رہنے والے بھی آ گئے تھے۔ اور بھاگ بھاگ کر سب کام کر رہے تھے۔ اب تو ایسا لگتا تھا کہ ہم پانچ نوکروں ہی کو نہیں پورے ماہم بازار کو اس شادی کی دھن لگ چکی ہے۔

دن ڈھلے جب روزی روٹی کے دھندے سے فارغ ہو کر دوسرے لوگ بھی آ گئے تو فٹ پاتھ پر ایک تانتا سا لگ گیا۔ بھکاریوں کو بھی خبر لگ گئی تھی۔ انھوں نے شام ہی سے اپنے پرانے زنگ آلود ڈبے لے کر تھالا رچا کر ہمارے فٹ پاتھ کے نیچے سڑک پر بیٹھنا شروع کیا۔

ویا پا ناریل والا پانچ ناریل لے کر آیا۔

جینا بائی جو ایک ٹیکسٹائل مل میں کام کرتی تھی، چاندی کے نئے بچھوے لے کر آئی۔ خود اس نے اپنے ہاتھ سے جمنا کے پیروں میں وہ بچھوے پہنا دیئے اور اس سے چل کر دکھانے کو کہا۔ جمنا پہلے تو شرمائی سکڑی بیٹھی رہی۔ جب باسکو نے ڈانٹا تو اٹھ کر چلنے لگی۔ اٹھلا اٹھلا کر چلتی تھی۔ اور چاندی کے بچھوے چھنک چھنک بجتے تھے۔

جینا بائی نے اسے گلے سے لگا لیا۔

شانتا بائی کے خصم نے اسے نیا منگل سوتر لاکے دیا تھا منگل سوتر اس علاقہ میں ہر شادی شدہ عورت پہنتی ہے اور یہ سگن کے لئے بہت ضروری سمجھا جاتا ہے۔ ہم میں سے کسی کو اس کا خیال تک نہ آیا تھا ــــــ شانتا بائی وہ منگل سوتر جمنا کو دے کر بولی " رات کو پہننا اسے۔ میں ابھی پرانے ہی سے کام چلا لوں گی "

جمنا نے شانتا بائی کے پاؤں چھوئے۔ شانتا بائی بولی۔

" میرا گھر والا تو رات پانی کرنے مل میں جائے گا۔ وہ تو نہیں آوے گا پر میں آجاؤں گی اور تجھ کو اپنے ہاتھ سے نہلا دھلا کر سجاؤں گی "

رات کے گیارہ بجے کے قریب طاہر استاد ماہم کی درگاہ شریف کے باہر پھول بیچنے والے کا ٹوکرا اٹھوا کر لے آیا۔ بولا " دلہن کے لئے پھولوں کے گہنے بنوا کر لایا ہوں "

ساڑھے بارہ کے بعد جب سینما کا دوسرا شو خلاص ہوا، تو ایرانی ہوٹل والے نے دولھا اور دلہن کو اپنے ہوٹل کے باورچی خانہ کے باتھ روم میں نہانے کی اجازت دے دی۔ پہلے دولھا کو نہلایا گیا، پھر دلہن کو۔ عورتیں کوئی ایک گھنٹہ تک دلہن کو نہلاتی رہیں ــــــ جنم جنم کی میل چھوٹی تھی۔

ایک بجے کے قریب تانتیا ماہم بازار کے شوالے کے پنڈت کو لے کر آیا۔ بولا " پنڈت کو پورے پچیس دینا پڑیں گے۔ وہ اُدھار نہیں کرتا۔ بولتا ہے آج کل بہت لگن ہو رہے ہیں ہم گریب آدمی ہے۔ ہم ایک پیسہ نہیں چھوڑے گا اکھا پیسہ ایڈوانس لے گا "

پنڈت کے پیسے چکا دیئے گئے۔ منٹوں میں پیسے اکٹھے ہو گئے۔ تریفلا

کے خالی تکونے کے اندر منڈپ سجنا شروع ہو گیا۔ عورتیں سجی سنوری دلہن کو گھیرے بیٹھی تھیں اور شادی کے گیت گا رہی تھیں۔ مراٹھی میں، گجراتی میں، کونکنی میں، پنجابی میں، تیلگو میں، ملیالم میں، منتھلی اور اودھی ہندی میں، بڑا اچھا لگ رہا تھا۔

ڈیڑھ بجے کے قریب گوبردھن تیل کی گلی میں سے دس بارہ نوجوان بینڈ بجاتے ہوئے نکلے۔ شادی کا سنگھار شروع کیا۔ دونوں طرف فٹ پاتھیے کھڑے تھے۔ بینڈ باجے والے بینڈ بجاتے بجاتے گلوب موٹر گیراج کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ جس کے مالک نے دو موٹریں جلدی جلدی سے ٹھیک کر کے ہم لوگوں کے جلوس کے لئے رکھی تھیں۔ ایک موٹر پھولوں سے سجی ہوئی تھی۔ بڑی دھوم دھام سے باراتیوں کا جلوس نکلا۔ دولھا کی موٹر کے بعد ہم پانچ لوفروں کی موٹر تھی — اے ون لانڈری کے شفاف دھلے دھلائے کپڑے پہن کر ہم پانچ لوفر عجیب و غریب لگ رہے تھے۔ سب کے جسم عمدہ غسل کے صابن اور عطر والے کے عطر سے مہک رہے تھے — آج ہمارا دن تھا۔

جلوس کو نکلتا دیکھ کر ٹیکسی کے اڈے پر کھڑی کئی خالی ٹیکسیوں کے ڈرائیوروں کو بھی جوش آ گیا۔ انھوں نے اپنے فلیگ گرا لئے اور تینوں چاروں ٹیکسیاں فٹ پاتھ پر بسیرا کرنے والوں سے بھر گئیں۔ سب اس خوشی میں شامل ہو گئے۔

بچن سنگھ کا بینڈ آگے آگے اور ہم پیچھے پیچھے۔

جلوس ناہم چوک کی طرف بڑھنے لگا۔ لڑکے خوشی سے تالیاں بجا رہے تھے اور سیٹیاں۔

عورتیں گیت گا رہی تھیں۔ وہ اب جمنا کو ٹریفک کی تکون کے اندر لے گئی تھیں اور اسے ایک کونے میں بٹھا کر اس کے گرد جمع ہو کر لہک لہک کر گیت گا رہی تھیں۔ چوک کے نئے سنتری بھاسکر نے چھٹی دے دی تھی، سب کو تکون کے اندر آنے کی۔ بولا "سالی نوکری بھی چلی جائے تو پرواہ نہیں"

جلوس جب بڑھتا بڑھتا ماہم کے چوک میں پہنچا تو دوسری طرف سے ایک اور بینڈ کسی اور برات کو لے کر آن پہنچا، جو باندرہ کو جا رہے تھے۔ مگر ہمارے بینڈ والوں نے راستہ روک رکھا تھا۔ دونوں طرف کے بینڈ اپنی اپنی جگہ سے ہٹنے کو تیار نہ تھے۔

باندرہ کو جانے والا بینڈ کسی بڑے آدمی کی بارات کا بینڈ معلوم ہو رہا تھا۔ بڑی لمبی بارات تھی اور عمدہ گاڑیوں کی ایک لمبی قطار اس کے پیچھے تھی۔

کچھ عرصہ تک تو دونوں بینڈ ایک دوسرے کے سامنے کھڑے زور زور سے بینڈ بجاتے رہے، جیسے گویا دونوں بینڈوں میں مقابلہ ہو رہا ہو۔ مگر باندرہ کو جانے والا بینڈ بہت آزمودہ، کڑھا ہوا اور مشاق معلوم ہوتا تھا۔ ہمارے بینڈ میں سب نئے چھوکرے تھے اور نوسیکھیے تھے اور الگ الگ بجا رہے تھے۔ اپنا ٹرمپٹ والی گا رہا تھا "یہ عشق، عشق ہے عشق"، تو کلارنٹ "چھوڑا بابل کا گھر"، تو فلوٹ "دو بدن پیار کی آگ میں جل گئے"، سنا رہا تھا۔ کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی کیونکہ اگر سامنے کے بینڈ والے دھن کے ماہر تھے تو اپنے بینڈ والے شور کے....

جب کسی بینڈ والے نے راستہ نہ دیا اور راستہ جام ہونے لگا اور بھاگ کر

سنتری گھبرانے لگا تو چمن سنگھ نے اپنا ٹرمپٹ زمین پر رکھا اور ہرچرن سے بولا

"او چھڈ کلارنٹ نوں ایتھے - اگے آجا ، ذرا دو ہتھ کر لئیے۔"

زور کا ایک نعرہ لگا کر چمن سنگھ اور اس کے ساتھی اپنے اپنے ساز چھوڑ کر باندرہ جانے والے بینڈ سے بھڑ گئے۔

نوجوان بینڈ اینڈ کمپنی نے جس کا مہورت گویا آج رات کو ہی ہوا تھا خوب اپنے جوہر دکھائے۔ دھن بجانے میں جو کسر تھی وہ انھوں نے اپنے ہاتھوں سے پوری کر دی۔ چمن، ہرچرن، ناتھو، دوا پانی اور رحمان خاص طور پر پیش پیش تھے۔ دوسری طرف کے بینڈ والے بھی کچھ کم نہ تھے۔

تھوڑی دیر میں بڑے بڑے پیتل کے باجے، ہارن، ٹرمپٹ، ریڈیو اور کلارنٹ فضا میں لڑھکنے لگے۔ اور دوسری آوازیں پیدا کرنے لگے، جن کا موسیقی سے کوئی تعلق نہ تھا۔ دونوں بینڈ والوں میں گھمسان کی لڑائی ہو رہی تھی۔

پانچوں لوفر گاڈ بے گیراج کی دی ہوئی گاڑی سے باہر نکلے۔۔ پاسکو نے ہستانان سے کہا۔ "نانتیا استاد! آگے بڑھ جا۔ فٹ پاتھ کا آنر ڈینجر میں ہے اپنی رگا ڈا!"

نانتیا اور پاسکو آگے بڑھنے لگے تو میں نے ان کو روک کے کہا

"مگر یہ کپڑے ... کچھ تو خیال کرو ... لانڈری کے ہیں۔"

پاسکو اور نانتیا ایک منٹ کے لئے رک گئے۔ مگر لڑائی ان کی آنکھوں کے سامنے ایسے شاندار طریقہ سے جاری تھی کہ وہ زیادہ دیر تک اپنے کو روک نہ سکے۔ زور کا ایک نعرہ لگا کر لڑائی کے میدا

میں گھس گئے۔ پاسکو نے غصہ میں تان کر ایک مکا جو مخالف بینڈ کے ایک ممبر کو مارا تو اس کا ہاتھ سیدھا ڈرم کے اندر گھس گیا —— ہرچرن کا ایک پاؤں پیتل کے ایک بڑے ہارن میں پھنس گیا تھا۔ تو بھی وہ اسے گھسیٹتے ہوئے لڑے جا رہا تھا۔ مخالف ڈرمر نے غصہ میں آکر اپنا ڈرم تانتیا کے اوپر دے مارا، ڈرم پھٹ گیا اور تانتیا سیدھا اس کے اندر چلا گیا۔ اور اس کا سر دوسری طرف سے نکل آیا۔ اب وہ اپنی چھاتی کے گرد مخالف بینڈ کے ڈرم کو پہنے ہوئے لڑ رہا تھا۔

لڑائی کی گرمی اور شدت سے متاثر ہو کر آس پاس کے نوجوانوں کو بھی تحریک ہوئی اور وہ بھی اونگھتے کو ٹھیلتے کا سہارا پاکر اور کچھ نہیں تو ایک دوسرے سے لڑنے لگے۔ تھوڑی دیر میں آوازیں اور سیٹیاں بجیں اور جانے نہ پائے اور گریبان پکڑ کر ایک گھونسہ اور دوسرا اور تیسرا اور ٹوپیوں کا اچھلنا اور ٹانگ گھسیٹ کر نیچے گرا لینا اور تیری ماں اور بہن اور پھر دے گا دھکا مجھے۔ سالے دھکا دیتا ہے ہم کھڑا کھڑا تماشا دیکھتا ہے اور تو دھکا دیتا ہے ہم کو — ہاں دیتا ہے دھکا تجھ کو! پھر؟ —— ہمت ہے تو آجا سامنے، سہاسی دادا کا نام نہیں سنا ہے —— نکڑ کا پنواڑی ہوں - مار مار کے ڈھولی بنا دوں گا۔ لڑائی میں تو فلو یا پلیگ کی طرح چھوت کی بیماری ہوتی ہے۔ ایک سے دوسرے کو لگتی ہے۔ تھوڑی دیر میں ماہم کے چوک میں حشر کا سا سماں برپا تھا۔

یہ غنیمت تھا کہ ٹریفک کے تکونے کو فٹ پاتھیوں نے گھیر رکھا تھا اور کسی کو اندر نہیں آنے دیتے تھے۔ پنڈت جی جلدی جلدی بیاہ کی

رسمیں ادا کرنے میں مصروف تھے۔ میں دوڑا دوڑا باسکو کے پاس گیا جو بیک وقت دو آدمیوں سے دست و گریباں تھا۔ میں نے چلا کے کہا "باسکو! پنڈت جی پوچھتے ہیں لڑکی کا باپ کہاں ہے؟"

باسکو نے بدقت تمام اپنے آپ کو دوسرے لڑنے والوں سے علیحدہ کیا۔ اس کے کپڑے پھٹ گئے تھے، مگر وہ شیر کی طرح بپھرا ہوا اور بڑی مشکل سے میرے ساتھ چلنے پر راضی ہوا۔ منڈپ کے اندر پہنچ کر باسکو نے گرج کر اعلان کیا۔

"ہم لڑکی کا فادر ہے!"

"جلدی کرو پنڈت!" تانتیا بڑی مشکل سے اپنے آپ کو ڈرم کے لکڑی کے کھوکھے سے آزاد کرتے ہوئے بولا۔

بھاسکر راؤ سیٹی بجاتا ہوا بینڈ والوں میں گھس گیا اور زور زور سے چلانے لگا۔ "پولیس آ رہی ہے، پولیس آ رہی ہے!"

جلدی جلدی لوگ تتر بتر ہونے لگے۔

بچن نے ہرچرن کو آنکھ ماری۔ ہرچرن نے پائی کو اشارہ کیا وہ لوگ جلدی جلدی جو بھی ساز ان کے ہاتھ لگا لے کر بیسٹ کمپنی کے اڈے کی طرف دوڑ گئے۔ چوک خالی ہونے لگا۔ باندہ کو جانے والی بارات کے بینڈ والوں نے اپنی اپنی وردیاں سنبھالیں۔ ساز سنبھالے۔ حالاں کہ بہت سے ساز بدل گئے تھے۔ جلدی جلدی سے وہ لوگ اپنا بینڈ بجاتے ہوئے ماہم کریک کی طرف بڑھنے لگے۔

"لوکر... لوکر (یعنی جلدی جلدی) لوکر پنڈت" سانتا بائی پنڈت جی کے سر پر ٹھوکا مار کر بول رہی تھی "لگن جلدی منگتا...

پیسہ پورا لے لیا ہے، پھر کاہے کو دیر کرتا۔"

پنڈت جی نے جلدی جلدی آخری پھیرے کی رسوم ادا کیں۔

باسکو بولا "آمین!"

عبدل بولا "آمین!"

جلدی جلدی دلہن اور دولھا کو تکون سے اٹھا کے ٹائپسٹ کی دکان کے سجے ہوئے برآمدے میں پہنچا دیا گیا اور پنڈت جی اور ساتھ ہی بیاہ کے کام کے سلسلے کی ساری چیزوں کو اتنی جلدی اور اتنی صفائی سے ہٹا دیا گیا جیسے تکون میں کچھ نہ ہوا تھا۔

دور سے پولیس کی گارد آتی دکھائی دی اور جب وہ ماہم چوک تک پہنچی چوک خالی تھا۔ دوسری بارات کے گاڑیوں کے سلسلے کا آخری سرا ماہم کریک پر سے گذر رہا تھا۔ بچن سنگھ کے بینڈ کا کہیں پتہ نہ تھا۔ لوگ ایسے آجا رہے تھے جیسے کہیں کچھ نہ ہوا تھا۔

"کیا ہے رے؟" انسپکٹر فتح علی نے بھاسکر کو دھمکی دی۔ "گارد کو کیوں بلایا؟ اِدھر تو کوئی گڑبڑ نہیں ہے!"

حالاں کہ انسپکٹر فتح علی سب جانتا تھا مگر اس نے خاموشی سے باسکو کو آنکھ ماری اور بھاسکر پہ نقلی غصہ دکھاتا رہا۔ بے چارا بھاسکر سر جھکائے سنتا رہا۔

"اِدھر بمبئی میں چھوٹا موٹا لفڑا روز چلتا ہے۔ ایسے گارد کو حیران کرو گے تو دن بھر لفٹ رائٹ کرنے کے سوا پولیس اور کیا کام کرے گی؟"

"تو اچھو کرا ہے!" تانتیا نے بھاسکر کی سفارش کی۔

"تم چپ رہو۔" انسپکٹر فتح علی نے تانتیا کو آنکھ مار کر اس پر بھی گرجنا شروع کیا "تم لوگ اِدھر آدھی رات کو جھنجھٹ کرتا ہے پولیس کو حیران کرتا ہے۔ ہم سب کو اندر کرے گا۔"

گارڈ نے چوک کا ایک چکر لگایا۔ پھر انسپکٹر فتح علی گارڈ کو لے کر واپس چلا گیا۔ جاتے جاتے بھاسکر سے کہہ گیا۔

"صبح چوکی پر آ کے رپورٹ کرو۔"

اس کے جانے کے بعد بھاسکر سر پکڑ کے بیٹھ گیا اور صبح اس کو نوکری سے جواب مل جائے گا۔

"کچھ ہونے کا نہیں ہے۔" باسکو نے بڑے اطمینان سے بھاسکر کے کندھے کو تھپتھپاتے ہوئے کہا "تم کو اِدھر سے انسپکٹر بوما بوم کرتا تھا، اُدھر سے ہم کو آنکھ مارتا تھا۔ کچھ ہونے کا نئیں ہے۔"

"ایسا؟" بھاسکر نے خوش ہو کے پوچھا۔

"ہو!" باسکو نے بڑے اطمینان سے سر ہلایا۔

یکایک بیسٹ کمپنی کے اڈے یعنی گرجا کی نکڑ کے پیچھے سے بینڈ بجنے کی آواز آئی اور نوجوان بینڈ اینڈ کمپنی بینڈ بجاتی فتح کے جھنڈے لہراتی چوک میں نکلی۔ انھوں نے چوک کا ایک پورا چکر لے کر ٹائپسٹ کے برآمدے کے باہر دس منٹ بینڈ بجایا، پھر گویا دولھا دلہن کو آخری سلامی دے کر ہم سے ہاتھ ملا کر رخصت ہو گئے چلتے چلتے بچن سنگھ بولا:

"او بینڈ ماسٹر! ہمارا لو سٹوری تم کو لکھنا پڑے گا۔ ہم اس کو رجسٹری کر کے بھیجے گا جو سالے ہمارے سنگ بے وفائی کیا۔"

" جرور لکھے گا بچن سنگھ!"

" ہم دو چار دن میں آتا ہے " بچن سنگھ اتنا کہہ کر اپنے بھائی ہر چرن اور دوستوں کو لے کر نکل گیا

کوڑھی جان آج بھکاریوں کا سردار تھا۔ وہ بڑے دبدبے اور وقار سے آج بھکاریوں کی قطار کو کنٹرول کر رہا تھا، جو شادی کی خوشی میں بھیک مانگنے آ گئے تھے۔ آ کے بولا " دو کلاک سے اوپر ہو گیا، بھکاری لوگ کھانا منگتا!"

" عبدل!" باسکو چلایا " سب کو کھانا دو "

رزاق روتے ہوئے کہہ رہا تھا " امارا سب کپڑا پھاڑ دیا، کل مارننگ میں لانڈری کا سیٹھ ہماری چھٹی کر دے گا۔۔۔ ہم کو پولیس میں بھی دے سکتا ہے!"

طاہر استاد نے رزاق کے سر پر ہاتھ رکھ کے کہا " وہ تم کو کچھ نہیں کہے گا، اس کا ہم ذمہ لیتا ہے "

[illegible]

[illegible]

بچا لا نیچے ___ [illegible]

چوک خالی ہے

سب تھک کر، لوٹ کر سو گئے ہیں ___

سجے ہوئے برآمدے کے اندر دولہا دلہن بیٹھے ہیں۔ برآمدے کے باہر دو پردے تان دیئے گئے ہیں۔ دولہا درد سے آہستہ آہستہ کراہتا

ہے اور پوچھتا ہے

"لے جمنا! تیرے بچہ کب ہوگا؟"

جمنا کوئی جواب نہیں دیتی۔ وہ دھیرے دھیرے ورما کے پاؤں دبا رہی ہے۔ ورما کہتا ہے۔

"میرے جیتے جی ہو جاتا۔ میں ایک بار اس کو دیکھ لیتا کسی طرح سے ... مجھے ایسا لگتا ہے جیسے وہ سچ مچ میرا ہی بچہ ہے۔"

وہ بہت دیر تک چپ رہا۔ بہت دیر تک جمنا اس کے پاؤں دباتی رہی۔ یکایک وہ اندھیرے میں دیکھتا ہوا آہستہ سے بولا۔

"پر اب میرے پاس ٹائم نہیں ہے!"

جمنا زور زور سے سسکنے لگی۔ بولی۔

"میرے تو کوئی بچہ ہونے والا نہیں ہے!"

ورما حیرت سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔

جمنا سسکتے سسکتے بولی۔

"میں تیرے سنگ ساتھی بنانا چاہتی تھی، اسی لئے ایسا بولی ——"

ورما حیرت سے اسے تکے جا رہا تھا۔

جمنا نے روتے روتے اس کے پاؤں پر اپنا سر رکھ دیا اور بولی۔

"اٹھا لے اپنا چپل اور مار سو جوتے میرے سر پر!"

ورما کے لبوں پر ایک درد آمیز تبسم آیا۔

اس نے آہستہ سے جمنا کا آنسوؤں میں بھیگا ہوا چہرہ اپنے پاؤں سے اٹھایا۔ اس کے گیلے چہرے کو اپنے ہاتھوں سے صاف کیا،

جیسے کوئی دھول میں گرے ہوئے پھول کو اٹھا کر صاف کرتا ہے۔ پھر اس نے جنا کو اپنے گلے سے لگا لیا۔

دوسرے دن صبح پانچ بجے رزاق دولھا اور دلہن کے قیمتی کپڑے اترواکے واپس لانڈری میں لے گیا۔ چھ بجے آکر اس نے مجھے اور عبدل کو جگایا اور ہمارے کپڑے لے گیا۔ سات بجے اس نے پاسکو اور تانتیا کو جگایا اور ان کے کپڑے لے گیا۔ صرف ایک پتلون اور دو شرٹ کا نقصان ہوا تھا۔ پتلون تانتیا کی پھٹ گئی اور قمیص پاسکو کی اور تانتیا کی دونوں کی پھٹ گئی تھی۔ ساڑھے سات بجے کے قریب ٹامپسٹ نے آکے بولا "ہمارا دکان خالی کرو!"

آٹھ بجے ہم سب لوگ اپنے پھٹے پرانے کپڑے پہنے فٹ پاتھ پر بھوکے بیٹھے تھے۔ مگر ہم سب کے چہرے شاداں و فرحاں تھے۔ ایسا لگتا تھا جیسے ہم نے آسمان کو شکست دی ہے۔

ایک مہینہ گذر گیا۔ اناج اس قدر مہنگا ہو گیا کہ بھکاری جو اس سے پہلے پانچ پیسے کی بھیک لے لیتے تھے اب دس پیسے لینے پر اصرار کرنے لگے۔ دوسرے بھکاریوں کی دیکھا دیکھی کوڑھی جان نے بھی اپنا ریٹ بڑھا دیا تھا۔ ہم لوگ زیادہ بھوکے رہنے لگے تھے۔

پریم ورما کی حالت بگڑتی جا رہی تھی۔ جتنا جو کماتی اس پر خرچ کر ڈالتی۔ اکثر اسے دو دو وقت کے فاقے لگ جاتے مگر وہ سر جھکا کر تندہی سے اس کا علاج کئے جاتی تھی۔ مصیبت یہ تھی کہ اب تو علاج بھی نہ ہو سکتا تھا۔ زیادہ سے زیادہ درد کم ہو سکتا تھا۔ کبھی کبھی وہ بھی نہ ہوتا تھا۔ جب ہم میں سے کسی کے پاس پیسے نہ ہوتے تھے اس دن پریم ورما کی حالت اس قدر بگڑ جاتی تھی اور درد سے وہ اس قدر بلبلاتا تھا کہ میرا جی چاہتا تھا کہ اسے گولی مار کے ختم کر دوں۔

ایک شام شانتا کول کی گاڑی ہمارے فٹ پاتھ کے کنارے آ کے

رُکی۔ وہ مجھے اپنے ساتھ بٹھا کر باندرہ کے ساحل پر لے گئی۔ راستے میں بولی "میری نئی گاڑی دیکھی؟"

"یہ تمہاری ہے؟"

"ہاں، بالکل نئی فی ایٹ ہے"،

"اچھا؟"

"اور مجھے کمپنی کی طرف سے نیا فلیٹ بھی ملا ہے، پانچ کمروں والا!"

"بہت خوب!"

"اور میرا اپنا ایگریمنٹ بھی ہوگیا ہے — پانچ سال کے لئے!"

"تمہارا نیا مالک کیسا ہے؟" میں نے اس سے پوچھا۔

چلتی گاڑی میں دھکا سا لگا۔ شانتا کا چہرہ ایک لمحہ کے لئے بالکل سفید ہوگیا۔ پھر خون زور کر کے سارے چہرے پر اتر آیا۔

پھر راستہ بھر وہ نہیں بولی۔ باندرہ کے ساحل پر ایک سنسان جگہ لے جا کر اس نے گاڑی کھڑی کر دی۔

"آؤ" کہہ کر وہ گاڑی سے نکلی اور ساحل کے کالے کالے پتھروں پر پھلانگتے ہوئے سمندر کی طرف چلنے لگی۔ بہت راستہ طے کر کے ادر اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے آخر ہم لوگ ایک ایسے ڈھلوان پتھر پر جا بیٹھے جہاں سمندر ہمارے بہت قریب تھا، اور ہمارے پیچھے اتنے اونچے اونچے پتھر تھے کہ جن سے ہمارے بیٹھنے کی جگہ اوٹ میں ہوگئی تھی —!

"اچھی جگہ معلوم ہوتی ہے!" میں نے اس سے کہا "پیچھے سے کوئی دیکھ نہیں سکتا اور آگے سمندر ہے!"

شانتا مسکرائی۔ اودے رنگ کی جینز بھی پتھر پہ پاؤں پھیلائے بیٹھی تھی۔ مجھے اس کی کمر کا خم، کولھے کا اُبھار، پنڈلی کی گاؤدی اور ٹخنے کی گولائی قیامت کی پرکشش معلوم ہوئی۔ میں نے ایک ایک چیز پہ ہاتھ پھیر کے دیکھا اور حیرت سے سر ہلاتا گیا۔ کمال ہے صاحب! جس نے بھی عورت بنائی ہے کیا چیز بنائی ہے۔ ایسی ٹائٹ فٹنگ تو درزی بھی نہیں کر سکتا۔ سمجھ میں نہیں آتا بنانے والے نے عورت کو کیسے بنایا۔ محض گوشت اور پوست سے تو ایسی چیز بن نہیں سکتی۔ سائنس والوں کی محرومی دیکھئے۔ راکٹ تو بنا ڈالا عورت نہیں بنا سکے۔

شانتا کھلکھلا کر ہنسی اور مجھ سے بہت قریب لگ کے بیٹھ گئی۔ اور آہستہ آہستہ اپنا بوجھ مجھ پہ ڈالنے لگی۔ میں نے اسے اپنی بانہوں میں لے لیا۔ اس کی آنکھیں بند ہونے لگیں اور وہ لمبے لمبے سانس لے کر بولی۔

"مجھ سے کوئی رومانٹک بات کہو"

میں نے کہا "مجھ سے پہلے تم کتنے لوگوں کے ساتھ یہاں آچکی ہو؟"

وہ اک دم تڑپ کر میری بانہوں سے نکل گئی۔ اس نے ایک لمحہ کے لئے گھور کر میری طرف دیکھا پھر ہاتھ اُٹھا کر زور کا ایک طمانچہ میرے گال پہ دیا۔

یکایک سمندر میرے سامنے زور سے گرجا اور وہ بھی ایک طمانچہ تھا۔ ہوا کا ایک زور کا جھونکا میرے دوسرے رخسار سے مس ہوتا ہوا گزر گیا، اور وہ بھی ایک چانٹا تھا۔ ایک سمندری پرندہ بڑی

تیزی سے اپنے پر پھڑ پھڑاتا ہوا میرے سر سے گذر گیا اور وہ بھی ایک تھپڑ تھا۔ مجھے ایسا لگا جیسے کوئی آسمان میں بیٹھا مجھ پر ہنس رہا ہے۔

تھپڑ کھا کر میں چپ بیٹھا رہا۔ وہ کچھ دیر تک چپ رہی۔ پھر میری گود میں گر کر رونے لگی۔ میں نے اسے رونے دیا۔ دھیرے دھیرے میں اس کی پیٹھ سہلاتا رہا اور اس کے بالوں میں انگلیاں ڈال کر اس کی زلفوں کے چھلّے بناتا رہا۔ پھر اس نے میری پھٹی قمیض سے اپنے آنسو پونچھے۔ میں نے پونچھ لینے دیئے۔ پھر وہ میرا سینہ سونگھنے لگی، میں نے سونگھنے دیا۔ اس کے باریک سیپ کی طرح نازک نتھنے بار بار ہل رہے تھے — اور وہ کہہ رہی تھی۔

"تمہارے سینے سے کیسی کھٹی کھٹی خوشبو آتی ہے"

میں نے کہا "ہاں، ایک ماہ سے نہایا نہیں ہوں"

"سمجھ میں نہیں آتا میں تمہیں چاہتی کیوں ہوں"

میں نے کہا "صاف ستھرے بچے کبھی کبھی کیچڑ میں کھیلنا پسند کرتے ہیں"

اس نے آنکھیں بنا کر مجھے حکم دیا "مجھے چومو!"

میں نے وہی کیا جس کا مجھے حکم دیا گیا تھا۔ اس کے بعد اس نے کہا "تم نے لہسن کب کھایا تھا؟"

"پرسوں" جب کھانا ملا تھا۔ اس کے بعد سے اب تک بھوکا ہوں اور میم صاحب بولتی ہیں "عشق کرو" اور نہ کریں تو جانٹا مارتی ہیں"

وہ میرے گال پر ہلکا سا تھپڑ مار کے بولی "ایک اور ماروں گی"

بڑا خوبصورت منظر تھا۔ لہریں شریر سہیلیوں کی طرح ایک دوسرے کو چھیڑتی ہوئی، شانتا کے بال ہوا میں اڑتے ہوئے، شام کے بادل

شہابی، شانتا کا چہرہ گلابی اور اس کے ادھ کھلے سینے کی دھڑکتی ہوئی بے حجابی، منظر بالکل ویسا تھا جیسا کہ ناولوں یا فلموں میں ہوتا ہے اور خاص کر رنگین فلموں میں ـــ جو سینما سکوپ میں بنائی جاتی ہیں۔

میں نے کہا "آؤ ایک ڈوئیٹ شروع کریں"

"ڈوئیٹ" کا لفظ سن کر وہ چونکی، جیسے یکایک کچھ اسے یاد آگیا ہو۔ بولی "بہت دن ہوئے میں ایک فلم سٹوڈیو میں گئی تھی"

"فلم اسٹار بننے؟"

"نہیں ـــ ایک ریہورسل میں شامل ہونے گئی تھی۔ وہ لوگ ایک عجیب سے گانے پر ریہورسل کر رہے تھے۔ عجیب سا گانا تھا، جس میں بار بار "دھت تیرے کی" آتا تھا۔ مزے کا کامیڈی گیت تھا، مجھے بہت پسند آیا۔ جب میں نے نام پوچھا تو بولے ـــ ایک نئے کوی کا ہے"

"نام ہے ـــ بسنت باشر!"

"کمپنی کا نام پرکالہ پروڈکشن ہوگا!"

"ہاں ـــ وہی وہی" شانتا ایک انگلی میرے چہرے کے سامنے ہلا کر بولی "مجھ سے اب تک چھپاتے رہے ہو، بتایا کیوں نہیں کہ تم ایک پکچر کے گانے لکھ رہے ہو"

"کہاں لکھ رہا ہوں۔ بس وہی ایک گانا لکھا تھا"

میں نے اسے سب معاملہ بتا دیا۔ سن کر وہ مجھے رحم کی نظروں سے دیکھنے لگی۔ پھر میرے ماتھے کو اپنی انگلیوں سے کھٹکھٹا کے بولی۔

"ضرور یہاں کوئی خنور ہے! اتنا بڑا چانس کسی دوسرے رائٹر کو ملتا...."

میں نے اس کی بات کاٹ کے کہا " میں کوئی دوسرا رائٹر ہوں، میں ایک ہوں!"

"یعنی ایک احمق!"

"کچھ بھی سمجھ لو۔"

"میں نے ان سے وعدہ کر لیا ہے کہ میں تمہیں ان کے پاس واپس لے آؤنگی اور تم ہی اس پکچر کے باقی گانے لکھوگے۔ ابھی تو وہ لوگ بیس روز سے باہر گئے ہیں آوٹ ڈور شوٹنگ پر ـــ واپس آجائیں گے تو تمہیں لے چلوں گی اور تمہیں چلنا ہوگا۔"

"نہیں!"

"ضد چھوڑ دو۔"

"نہیں!"

"تمہارے فٹ پاتھ پر بھوکا مرنے سے کیا دنیا بدل جائے گی۔"

"بغاوت ایک نقطہ سے شروع ہوتی ہے، آگ ایک شعلے سے، بارش ایک بوند سے اور عشق ایک نگاہ سے۔ ان کو حقیر مت جانو۔ شانتا!"

شانتا کا جسم کپکپایا۔ اس نے آنکھیں بند کرتے ہوئے کہا "میں نے اتنے دکھ جھیلے ہیں کہ اب مجھ سے دکھ جھیلے نہ جائیں گے اس لئے میں نے ہتھیار ڈال دیئے ہیں اور دنیا سے سمجھوتہ کر لیا ہے۔ تم بھی کر لو، آرام سے گذرے گی۔"

"نہیں!"

"تو میرے پاس آجاؤ۔ میں کبھی تمہارے ضمیر کے خلاف تمہیں کسی کام کے کرنے کے لئے مجبور نہیں کروں گی۔"

"رات کو کوئی تمہارے بیڈ روم کا دروازہ کھٹکھٹائے گا تو میرا ضمیر

بولے گا۔ تم ڈنر پہ کسی کو بلاؤ گی اور کوئی تمہیں گندی نگاہوں سے دیکھے گا تو میرا ضمیر بولے گا۔ بال روم میں ڈانس کرتے سمے تم کسی کی بانہوں میں جاؤ گی تو میرا ضمیر بولے گا۔ میں خود اپنے ضمیر سے عاجز ہوں شانتا۔ اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ میرا ضمیر جسم کے کسی حصّہ میں چھپا بیٹھا ہے تو میں اُسے کاٹ کے پھینک دوں ..."

"تمہیں میری زندگی سے کیا؟ — میں وعدہ کرتی ہوں کہ میں تم سے کبھی کچھ نہ کہوں گی۔ تم مزے سے وہاں رہنا، لکھنا، پڑھنا۔ میں تمہیں بڑے آرام سے رکھوں گی۔"

"کیوں؟"

"کیوں کا جواب میں نہیں دے سکتی۔ کیوں کبھی کسی کو کسی سے کچھ ہو جاتا ہے اور وہ کیا ہوتا ہے اس کا جواب بھی میں نہیں دے سکتی۔ لفظ عشق اس کے لئے کافی ہے۔ مجھے تم سے کیا ہے اس کا حال میں تمہیں کیا بتاؤں۔ سب کچھ ہوتے ہوئے بھی زندگی بڑی سُونی معلوم ہوتی ہے۔ کبھی کبھی تو اپنی نگاہوں، پُرشور قہقہوں اور جگمگاتی روشنیوں کے اندر بالکل اکیلا محسوس کرتی ہوں۔ بہت ڈر جاتی ہوں۔ جی چاہتا ہے کوئی ہو اپنا، جسے اپنا کہہ سکوں، جس کا ہاتھ تھام سکوں جو اس جھگڑے کے اکیلے پن میں میری حفاظت کر سکے۔"

وہ میرے منہ کی طرف دیکھنے لگی۔

میں نے کہا "شانتا، تم ایک ایلیسین کتا پال لو، تمہاری حیثیت کی عورتیں "اکیلی عورتیں" اکثر ایسا ہی کرتی ہیں۔"

وہ دیر تک میرا منہ دیکھتی رہی۔ میں اس کی طرف نہ دیکھ کر سمندر

میں چھوٹے چھوٹے پتھر پھینکتا رہا۔ شام ڈوب چلی تھی، سمندر کا رنگ سانولا ہو گیا تھا اس کے چہرے پر بے شمار لہریں چھوٹی چھوٹی جھریوں کی طرح نمودار ہو رہی تھیں۔

یکایک مجھے سمندر کا چہرہ بہت بوڑھا دکھائی دینے لگا۔

شانتا کول پتھر سے اٹھ کھڑی ہوئی تھکی ہوئی آواز میں بولی۔

"آؤ واپس چلیں۔"

اس رات گیارہ بجے کے قریب پلٹو کو میں نے دیکھا کہ ہمارے فٹ پاتھ کے بالکل قریب سے سڑک پر باندرہ کی طرف جا رہا ہے کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا۔ میں نے اسے زور سے آواز دی۔

"پلٹو!"

اس نے پلٹ کر دیکھا۔ پھر مجھے پہچان کر لوٹ آیا اور تھکے ہوئے انداز میں میرے قریب فٹ پاتھ پر بیٹھ گیا اور ایک لمبی سانس لے کر ماتھے سے اپنا پسینہ پونچھنے لگا۔

"کہاں جا رہے تھے؟"

"باندرہ میں ایک پروڈیوسر کے مکان پر!"

"کیوں؟"

"نوکری مانگنے کے لئے!"

"کیوں؟ — کیا پرکاش پروڈکشن سے جواب مل گیا؟"

"نہیں — مگر ملنے والا ہے، کمپنی ٹوٹ رہی ہے۔"

"ٹوٹ رہی ہے۔ مگر پکچر تو تین چوتھائی مکمل ہے شاید!"

"ہاں۔ وہ لوگ ابھی تین روز ہوئے آؤٹ ڈور شوٹنگ سے واپس آئے ہیں، مگر کمپنی ڈوبنے والی ہے۔"

"کیا ہوا؟"

پلٹو نے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیری۔ بولا۔

"کچھ پلاؤ تو بتائیں!"

"اپنی تو مستقل کڑکی ہے!"

"دس روپے میرے پاس ہیں" پلٹو نے ایک نوٹ نکال کے کہا "منگاؤ"

میں نے عبدل کو پیسے دیئے۔ وہ ٹھرّا اور کچھ کھانے کے لئے کباب لے کر آیا۔ دَور چلنا شروع ہو گیا۔ میں نے بھی شروع شروع میں کچھ پوچھنا مناسب نہیں سمجھا۔ جب پلٹو مستی میں آئے گا تو خود ہی بیان کرے گا۔ مگر پلٹو کو مستی میں آنے کے لئے بہت دیر لگی۔ کوئی ایک بجے کے قریب جب وہ سُرور میں آیا تو بیان کرنے لگا۔

"اپنی پکچر کی ہیروئن غائب ہے! آرادھنا"

"غائب ہے؟ — مگر کیا تم لوگ اسے آؤٹ ڈور شوٹنگ پر نہیں لے گئے تھے؟"

"لے تو گئے تھے۔ پھر اُدھر سے ہی وہ غائب ہے۔"

"کیسے غائب ہے؟"

"وہ لوگ کوہ گے کے جنگلوں میں آؤٹ ڈور شوٹنگ کے لئے گئے تھے۔ پندرہ دن کی شوٹنگ تھی۔ ہیروئن کا بہت کام تھا۔ دس دن آرادھنا

جم کے کام کرتی رہی۔ گیارہویں دن صبح جب بیرہ ڈاک بنگلہ میں جہاں وہ ٹھہرے تھے اس کے کمرہ میں صبح کی چائے دینے گیا آرادھنا غائب تھی۔ بہت ڈھونڈا، بہت ڈھونڈا۔ پھر کہیں نہیں ملی۔ ہاں ڈاک بنگلہ سے باہر کچھ فاصلہ پر خون کے نشان ملے!

"ارے!" میں نے حیرت سے کہا۔

"کوئی شیر چیتا اسے کھا گیا ہوگا۔"

"نہیں!"

پلٹو نے ہاں میں سر ہلایا "ہلاص"۔

میں تھوڑی دیر چپ رہ کر بولا "اب کیا ہوگا؟"

"سیٹھ لوگ کچھ بولتا نہیں ہے۔ پر اپنے کو لگتا ہے کمپنی ٹوٹ جائیگی۔"

"کیوں ڈوب جائے گی؟ اتنی بڑی فلم ہے کسی دوسری ہیروئن کو لے کر دوبارہ اس کا رول شوٹ کرلیں گے۔"

"نکو۔" پلٹو اپنا گلاس خالی کر کے اُسے دوبارہ بھرتے ہوئے بولا۔ "ہیروئن کا بہت کام ہے۔ نوی ہیروئن دس لاکھ کی آئے گی۔ ہیرو، ولن، باقی سب لوگ کا نوا کنٹریکٹ کرنا پڑے گا۔ پھر سے آؤٹ ڈور شوٹنگ پر جانا پڑے گا۔ تیس چالیس لاکھ کا خرچہ ہوجائے گا۔"

"باپ رے۔"

"اس لئے تو بولتا ہوں۔" پلٹو نے بڑے دانشمندانہ طریقہ سے سر ہلایا۔ پھر اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھ کے بولا "کسی سے کہنا مت۔ ابھی سیٹھ لوگ نے سب سے چھپا کے رکھا ہے۔"

"آرادھنا کے ماں باپ کو پتہ نہیں ہے؟"

"ہاں تو اس کی ہے نہیں۔ باپ بلایت گیا ہے تین مہینے کے لئے۔ مگر سیٹھ لوگوں نے اس کو بھی کھبر نہیں کیا ہے۔" پنٹو اب اپنے اصلی رنگ پہ واپس آرہا تھا۔ ایک سیٹھ بولتا تھا اس کو کھبر کر دو۔ دوسرا بولتا تھا اسے مت بولو۔ ٹیلی گرام بھی مت کرو۔ ابھی ہم سوچ کے بولے گا۔"

"اُخباروں میں تو یہ خبر آئی نہیں!"

"کسی کو نہیں بتایا ہے۔ کمپنی میں بھی لوگوں کو معلوم نہیں ہے۔ کھود ہیرو کو معلوم نہیں ہے۔ سب کو یہی بولا ہے کہ ہیروئن اکدم بیمار پڑ گیا۔ بنگلور چلا گیا۔ ڈاکٹر لوگ نے دو مہینہ آرام کرنے کو بولا ہے — ایسا سب کو بتایا ہے۔"

"باپ کو تو خبر کرنا تھا۔"

"سیٹھ لوگ کی مرجی — ہم کیا بول سکتا ہے۔"

"اور اس کا کوئی سگے والا نہیں ہے — بمبئی میں؟"

"نہیں — اور ہوگا بھی تو ہم کو مالوم نہیں — اُدھر کمپنی میں کوئی نہیں آیا۔"

"تو اب سیٹھ لوگ کیا کرے گا۔"

"کیا کرے گا۔ پانیا آؤٹ کرے گا اور کیا کرے گا۔" پنٹو نے ایک لمبا گھونٹ لے کر زور کا چٹخارا بھرا۔ مگر اُس کا لہجہ بہت تلخ تھا۔

کوئی دو بجے کے قریب جب پنٹو بھی تقریباً آؤٹ ہو چکا تھا، جمنا سولھویں سڑک سے تھکی ہاری مایوس و نامراد لوٹی۔ پریم ورما ہولے ہولے

ایک کونے میں پڑا کراہ رہا تھا۔ وہ آتے ہی ادھر چلی گئی اور اس کے ہاتھ پاؤں دابنے لگی اور سرگوشیوں میں سر ہلا ہلا کر باتیں کرنے لگی مگر پلٹو نے اس کی طرف کوئی دھیان نہیں دیا۔ اس نے اسے دیکھا تک نہیں۔ اس وقت اس کی نگاہ صرف اپنے گلاس پر تھی۔

جب دارو کا آخری قطرہ ختم ہو گیا تو اس نے اٹھ کر چلنے کی ٹھانی میں نے اس سے کہا اب بہت دیر ہو چکی ہے، اب کہاں جاؤ گے۔ یہیں پڑ کے سو جاؤ۔ مگر وہ نہیں مانا۔ لڑکھڑاتے ہوئے قدموں سے چلنے لگا۔ یکایک اس کی نگاہ جمنا پر پڑی جو پریم درما کے پاؤں دبا رہی تھی۔ اس کا آدھا رُخ بجلی کی شفاف روشنی سے اس قدر روشن تھا کہ چہرے کی ساری چھائیاں روشنی نے مٹا ڈالی تھیں۔ بالوں کی ایک لٹ لہرا کر رُخ پر آ گئی تھی اور گہری اداسی میں ڈوبی ہوئی وہ پریم درما کے پاؤں دبا رہی تھی۔

اسے دیکھ کر پلٹو ٹھٹھکا، چونکا۔ اس نے اپنی آنکھیں مل کر دوبارہ جمنا کو غور سے دیکھا۔ پھر مجھ سے پوچھنے لگا۔

"یہ کون ہے؟"

میں نے کہا "جمنا ہے"

"نہیں!"

"ہاں، یہ جمنا ہے، سوطھویں سڑک پر دھندا کرتی ہے"

"نہیں — یہ تو بالکل وہی ہے"

"وہ کون؟"

"بالکل وہی ہے" پلٹو تقریباً چیخ کر بولا۔ پھر پلٹ کر ایک خالی

چلتی ہوئی ٹیکسی کو آواز دے کر بولا۔

"ٹیکسی!"

دھیرے دھیرے چلتی ہوئی ٹیکسی اکدم رک گئی۔ جلدی سے پٹ کھول کر پلٹو اس میں بیٹھ گیا اور مضطرب لہجہ میں بولا۔

"سات نمبر۔ پیڈر روڈ پہ لے چلو۔ فوراً اور جلدی اور اکدم..."

بیشتر اس کے کہ میں پلٹو سے کچھ پوچھ سکتا، وہ ٹیکسی کو لے کر ہوا ہو گیا تھا۔

کوئی پانچ بجے کے قریب، جب میں گہری نیند میں سویا پڑا تھا کسی نے مجھے جھنجھوڑ کر جگایا۔ میں نے لیٹے لیٹے ایک آنکھ کھول کر دیکھا، میرے سر پر پلٹو کھڑا تھا اور زور زور سے ہاتھ ہلا کر مجھے اٹھ جانے کو کہہ رہا تھا۔

"سونے دو" میں نے آنکھ بند کر کے کروٹ لیتے ہوئے کہا۔

"اے، اٹھو!" وہ مجھے پھر جھنجھوڑ کر بولا۔

"کیوں، کیا بات ہے؟" میں نے اٹھ کر آنکھیں ملتے ہوئے اس سے پوچھا۔

"وہ لڑکی کہاں ہے؟"

"کونسی لڑکی؟"

"وہ جو رات کو ادھورما کے پاؤں دبا رہی تھی"

"اے۔ جمنا؟"

"ہاں۔ وہ کدھر ہے؟"

میں نے دونوں آنکھیں اچھی طرح سے کھول کر ادھر اُدھر دیکھا۔ وہ اُدھر گرجے کے آہنی جنگلے سے لگی فٹ پاتھ کی طرف پیٹھ کئے لیٹی تھی۔

اور اس لئے بھی اوجھل تھی کہ وہ بیسٹ کمپنی کے چوبی کیبن کے بالکل پیچھے سو رہی تھی۔ ایک طرف سے اسے گرجا کے جنگلے، گل مہر کے پھول بلکہ پیڑ اور بلوگرا ٹو کی آڑ مل جاتی تھی۔ دوسری طرف سے چوبی کیبن کا پردہ ہو جاتا تھا اور یہ جگہ فٹ پاتھ کی آمد و رفت کی جگہ سے بھی ذرا دور پڑ جاتی تھی۔ اس لئے یہاں رات کی مانی جمنا کو صبح سونے کے لئے زیادہ وقت مل جاتا تھا۔ چوبی کیبن کے پیچھے سے اس کے دو گندے میلے پاؤں نکلے ہوئے نظر آرہے تھے۔

میں نے کہا "وہ لکڑی کی کیبن کے پیچھے سو رہی ہے۔ کیوں؟"

"اس سے بات کرنے کا ہے؟"

"کیا بات کرنے کا ہے؟"

بلٹو نے میری بات کا براہِ راست جواب نہ دیا۔ بولا۔

"سیٹھ لوگ آیلا ہے!"

"سیٹھ لوگ؟ یہاں؟ — کہاں؟" ایک دم میری آنکھیں نیند سے خالی ہو گئیں۔ میں بالکل جاگ کر چوکنّا ہو گیا۔

دو بڑی گاڑیاں فٹ پاتھ کے کنارے کھڑی تھیں۔ ایک میں داؤ دمکرانی تھا، دوسری میں سندرس جانی۔ داؤ دمکرانی کلابہ میں رہتا تھا اور سندرس جانی پیڈر روڈ پر۔ بلٹو دونوں کو اٹھا کے لایا تھا۔ دونوں اس وقت اپنی اپنی گاڑیوں کو خود ڈرائیو کر رہے تھے۔ اور شب خوابی کے لباس میں تھے۔

بلٹو نے سیٹھوں کی طرف دیکھ کے ہاتھ ہلایا۔ انھیں گاڑیوں سے نکل کر فٹ پاتھ پہ آنے کا اشارہ کیا اور پھر میری طرف اشارہ کیا۔

دونوں سیٹھ مسکراتے ہوئے اپنی گاڑیوں کے پٹ کھول کر نکلے اور میری طرف مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے دونوں ایک ساتھ بولے۔

"کہو پینٹ ماسٹر! مجھے بیں ہو؟"

پھر داؤد بولا "بس جانی، میں نے تم کو بولا تھا ناں شاعر اور ادیب کو دھن دولت کی پرواہ نہیں ہوتی۔ وہ فٹ پاتھ پہ رہتا پر ہیرے تیرے روپوں کو لات مار سکتا ہے۔"

"A poet is a prophet" سندریس جانی کی مسکراہٹ پلاسٹک کی سطح کی طرح شفاف اور چکنی تھی۔

پھر جانی نے کچھ کہے بغیر پلٹو کی طرف دیکھ کر آنکھ سے ایک سوالیہ اشارہ کیا جو مجھ سے چھپا نہ رہ سکا۔ پلٹو نے لکڑی کی کیبن کی طرف اشارہ کیا۔ دونوں سیٹھ پلٹو کے پیچھے پیچھے ہو لئے۔ میں بھی ان کے ساتھ ساتھ چلتا گیا۔ ہم سب بین فٹ پاتھ چھوڑ کر چوبی کیبن کے پیچھے جا کر جمنا کے سر پہ کھڑے ہو گئے۔

جمنا گہری نیند سوئی تھی۔ اس نے اپنے چہرہ پہ ساڑھی کا آنچل ڈال لیا تھا۔ وہ آنچل اس کی لمبی لمبی سانسوں سے دھڑکتا ہوا معلوم ہوتا تھا۔

"جگا دوں؟" پلٹو نے پوچھا۔

میں حیرت سے پلٹو کی طرف دیکھ رہا تھا۔ یہ کیا ماجرا ہے؟

"نہیں" داؤد بولا "آہستہ سے اس کا آنچل سرکا دو۔"

پلٹو نے جھک کر بڑی ہوشیاری سے جمنا کے چہرے سے آنچل سرکا دیا۔ یکایک دونوں سیٹھ اس کے چہرہ کو دیکھ کر چونکے پھر غور سے

دیکھنے لگے۔ پھر جمنا کو غور سے دیکھنے کے بعد ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ اتنے میں جمنا نے کسمسا کر ایک کروٹ لی اور اب اس کا آنچل پھر اس کے رُخ پر ڈھلک گیا۔ پلٹو نے پھر بڑی ہوشیاری سے اس کا آنچل اٹھایا اور جمنا کا رُخ سیٹھوں کو دکھایا۔

رُخ دیکھ کر داؤد سیٹھ نے انگلی اپنے دانتوں تلے دبالی، اور فیصلہ کن نگاہ سے سندر جانی کی طرف دیکھا۔

میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ یہ لوگ اس قدر غور سے جمنا کو کیوں دیکھ رہے ہیں۔ جمنا بھی کوئی دیکھنے کی چیز ہے۔ دبلی پتلی بانس کی کھپچی، گندی، میلی، فاقوں ماری جمنا میں دیکھنے کو کیا رکھا ہے۔

پلٹو نے استفہامیہ نگاہوں سے داؤد سیٹھ کی طرف دیکھا پھر بولا "جگادوں؟"

"جگادو" سندر جانی نے کہا۔

"مگر کیوں؟" آخر مجھ سے رہا نہ گیا "کیوں جگاؤ گے اس کو؟ بے چاری رات کو بہت دیر میں سوئی ہے، صبح ہمیشہ دیر سے اٹھتی ہے۔"

"جگادو" جانی نے ایک سگریٹ سلگاتے ہوئے کہا۔

پلٹو نے اچھی طرح سے دو تین بار جھنجھوڑ کر جمنا کو جگایا۔ جمنا آنکھیں ملتے ہوئے جاگ گئی اور اٹھ کر پاؤں پسارے فرش پر بیٹھی ہوئی بڑی حیرت سے ہماری طرف دیکھنے لگی۔

"فلم میں کام کروگی؟" داؤد سیٹھ نے پوچھا۔

جمنا کا منہ حیرت سے کھلا کا کھلا رہ گیا۔

"ہم تم کو کوٹھی دے گا، بنگلہ دے گا، گاڑی دے گا، پیسہ دے گا،

فلم میں کام کرو گی ؟"

جمنا وہیں فٹ پاتھ کی خاک پہ پاؤں پسارے حیرت سے ہماری طرف تکے جا رہی تھی، اس کا منہ کھلا تھا، آنکھیں حیرت سے پھٹی پڑ رہی تھیں۔

"ہم تم کو لینے آئے ہیں" سندر بس جانی بولا۔ "اٹھو، اٹھ کر ہماری گاڑی میں بیٹھ جاؤ"

جمنا اٹھ کر اپنی ساڑھی سے خاک جھاڑنے لگی، جلدی جلدی اپنے بال جھاڑنے لگی اور ٹھیک کرنے لگی۔ مگر اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب کیا ماجرا ہے۔

داؤد مکرانی اور سندر بس جانی مڑ کر فٹ پاتھ کراس کرتے ہوئے گاڑیوں کی طرف بڑھنے لگے۔ سندر بس جانی نے اپنی گاڑی کا پچھلا دروازہ کھول دیا، جمنا گاڑی کے اندر بیٹھ گئی۔

پھر یکایک گھبرا کر باہر نکلی اور فٹ پاتھ پہ بیٹھ گئی۔

"کیا ہے ؟" پلٹو نے ذرا سختی سے پوچھا۔

جمنا نے خاموشی سے پریم ورما کی طرف اشارہ کیا۔

"وہ میرا گھر والا ہے"

"اس کو بھی ساتھ لے چلو!" داؤد سیٹھ بولا۔

پریم ورما کو بگا کر جمنا کے ساتھ پچھلی سیٹ پر بٹھا دیا گیا۔ جب سندر بس جانی گاڑی اسٹارٹ کرنے لگا تو جمنا پھر گھبرا کر بولی۔

"بھیا نہیں چلیں گے ؟" یہ میری طرف اشارہ تھا۔

"کیوں نہیں کیوں نہیں۔ ان کو بھی ساتھ لے چلو۔ ان کی بھی ہمیں

ضرورت ہے۔" جانی نے میری طرف اس طرح دیکھا گویا مکھن
پورا ڈبہ میرے چہرے پہ مل دیا۔
وہ بولی: "اور تانتیا میرا ماموں ہے، باسکو میرا باپ ہے
عبدل میرا چھوٹا بھائی ہے، ان سب کو بھی لے چلو۔"
اس نے بڑی لجاجت سے داؤد سیٹھ اور سندر بس جانی کی طر
دیکھا۔ داؤد سیٹھ اور سندر جانی نے بس چند لمحوں کے لئے ایکدو
کی طرف دیکھا پھر ایک ہی جواب دونوں کی آنکھوں میں ابھرا۔ دونو
ایک ساتھ بولے۔
"ٹھیک ہے ــــ سب چلو!"
بلٹو اور میں نے باسکو کو جگایا۔ وہ گھبرا کر بھاگنے کی کوشش
کرنے لگا۔ اس کا خیال تھا پولیس اسے پکڑنے کے لئے آگئی ہے۔ یہ
حال تانتیا کا بھی ہوا۔ بہرحال کسی نہ کسی طرح سے انھیں جلد ہی
میں نے اس مختصر سی صورتِ حال سے جتنی کہ مجھے معلوم تھیں انھیں
آگاہ کیا اور راضی کر لیا۔
دونوں گاڑیاں بھر گئیں۔ سندر جانی کی گاڑی میں جمنا او
پریم ورما بیٹھے۔ داؤد سیٹھ کی گاڑی میں میں اور عبدل، باسکو او
تانتیا۔ اس طرح سے پانچوں لوفروں کا قافلہ پرکالہ پرو ڈکشن
سیٹھوں کی گاڑیوں میں لد کر فٹ پاتھ سے رخصت ہو گیا۔

گاڑیاں ماہم بازار سے شیواجی پارک اور شیواجی پارک سے در

دتی ہوئی حاجی علی کے ناکے پہ پہنچ کر وارڈن روڈ کی طرف ہو گئیں اور بیچ کینیڈی کے علاقہ میں پہنچ کر ایک سات منزلہ بلڈنگ کے سامنے رُک گئیں ۔ بلڈنگ کا نام تھا ۔۔۔

" راندے دُو ! "

یہاں سب لوگ اُترے اور اتر کر بلڈنگ کے اندر گئے ۔ لفٹ سے پانچویں منزل پہ پہنچے ۔ سندر جانی نے ایک فلیٹ کے بند دروازے کے باہر کھڑے ہو کر گھنٹی بجائی ۔ ایک ملازم نے دروازہ کھولا ۔ سندریس جانی پہلے داخل ہوا ۔ اس نے ہم سب کو اندر آنے کا اشارہ کیا ۔ ہم سب لوگ اس کے پیچھے پیچھے چلے ۔

ایک بڑھیا ڈرائنگ روم میں ہم سب کو بٹھا کر سندریس جانی نے گھنٹی بجا کر سب کے لئے شربت منگانے کا آرڈر دیا ۔ شربت پلا کر وہ جمنا، پریم ورما اور مجھے ڈرائنگ روم سے اٹھا کر اندر کے ایک کمرہ میں لے گیا ۔ داؤد مکرانی بھی ہمارے ساتھ تھا ۔ جب سب آرام سے صوفہ پہ بیٹھ چکے، تو داؤد مکرانی نے اپنی جیب سے سونے کا ایک سگریٹ کیس پیش کر کے ایک سگریٹ اس نے خود سلگا لیا اور بڑے آرام سے اس کا دھواں چھوڑتے ہوئے مسکرا کر بولا ۔

" اب بولو ! "

" ہم کیا بولیں "، میں نے کہا " تم بولو "

داؤد سیٹھ نے قدرے توقف کیا ۔ ایک لمبا کش لیا پھر اس کا دھواں چھوڑ کر بولا ۔

" سب بتاتا ہے ۔ پر قسم کھاؤ کسی کو بولے گا نہیں "

"قسم کھاتا ہے، نہیں بولے گا۔" میں نے کہا۔

"ہماری ہیروئن کا ڈیتھ ہوگیا ہے۔ کورگ کے جنگل میں شوٹنگ کرنے کو گیا تھا۔ اُدھر رات کو اس کو چیتا کھا گیا۔"

"تم کو کیسے معلوم ہوا؟" پریم ورما نے پوچھا۔

"صبح اُدھر ڈاک بنگلہ کا کھڑکی کا ٹوٹا ملا جس کمرہ میں مس آزادھنا سوئے لا تھا۔ ادھر بستر پر صبح کو وہ نہیں تھی۔ پھر کھڑکی کا کانچ ٹوٹا تھا اور ڈاک بنگلہ کے باہر خون کا نشان بھی ملا۔ ہم نے پولیس میں رپورٹ بھی دیا۔ پھر دے دلا کے اخبار والے کو چپ رکھا ہے اُدھر۔ نہیں تو بہت جھنجھٹ ہوجاتا۔ سب ڈسٹری بیوٹر لوگ ہماری جان کو آجاتا۔ جن لوگ نے اپنا پیسہ پکچر میں دیا ہے وہ سب ہم سے واپس مانگتا اور ہم پر ایڑی والا ہے کوئی ایسا ویسا پروڈیوسر نہیں ہے کہ ٹوپی جھاڑ کے الگ ہوجاتا۔ سمجھے؟"

"وہ تو سمجھا۔ پر یہ نہیں سمجھا کہ ہم لوگ بیچ میں کیسے آتا ہے؟"

"اب ہم جمنا بائی کو ہیروئن لینا مانگتا۔"

"جمنا کو؟" میں حیرت سے چیخ اٹھا۔

"ہاں۔" سندر بولا۔ "اس کی صورت مس آزادھنا سے بہت ملتی ہے"

"مس آزادھنا سے! ہو نہیں سکتا!" میں حیرت سے جمنا کو دیکھنے لگا۔ وہ بھی حیرت سے اکدم مڑ کر قریب کے دیوارگیر آئینہ میں اپنی صورت دیکھنے لگی۔ پھر اکدم اپنی کھوکھلی ہنسی ہنس کر بولی۔

"تیرا بھیجہ پھریلا ہے سیٹھ ... علاج کرنے کو منگتا!"

داؤد سیٹھ نے کانچ کی ایک تپائی سے تصویروں کا ایک البم اٹھایا

اور پریم ورما کے ہاتھ میں دے کر بولا "تم دیکھو تم اس کا گھروالا ہے!"
پریم ورما البم کھول کے دیکھنے لگا۔ اس البم میں مس آرادھنا کی بہت سی تصویریں تھیں۔ جمنا بھی اس البم پر جھک گئی، میں بھی۔
پریم ورما بڑے غور سے مس آرادھنا کی تصویریں دیکھتا جاتا تھا۔ میں نے اور جمنا نے دو تین تصویروں کے بعد دیکھنا بند کر دیا۔ ضرور ان سیٹھوں کا دماغ خراب ہے۔

تصویریں دیکھ کر پریم ورما نے البم بند کر دیا۔ مسکرا کر بولا۔
"تھوڑی سی مشابہت تو ضرور ہے۔ رُخ تو بالکل ملتا ہے مگر سامنے سے پورا چہرہ دیکھو تو فرق معلوم ہوتا ہے۔"

"فرق تو ہئی — ایک دم ڈِٹو (Ditto) تو نا ہیں۔ پر ہم اس فرق کو مٹا ڈالے گا۔"

"ہمارے خیال میں تو بہت فرق ہے۔"

"بہت تو نہیں۔" پریم ورما نے اقبال کیا۔ "مگر ہاں فرق ضرور ہے۔"

"ارے تم کیا بات کرتا ہے پینٹ ماسٹر! داؤد سیٹھ مجھ پر خفا ہو کے بولا "تم اس کو کیمرہ کی آنکھ سے دیکھو۔ ہم کیا ایسے ہی بولتا ہے۔ لاکھوں کا رسک لے گا۔ جمنا بائی کو اپنی ادھوری پکچر میں لے کر — تو کیا ایسے ہی لاکھوں کا رسک لیتا ہے؟ ہم بھی کچھ سمجھتا ہے۔۔۔" پھر یہ دیکھ کر کہ مجھے غصّہ آرہا ہے، سیٹھ داؤد نے اپنا لہجہ رک کر بالکل بدل دیا اور مجھے بڑے مشفقانہ انداز میں سمجھاتے ہوئے بولا۔

"دیکھو بھائی۔ ہم ایسا کرتا ہے کہ ہم جمنا بائی کا سکرین ٹسٹ لیتا ہے۔ تم ابھی اس کے چہرہ کی چھائیں دیکھتا ہے اس کے آنکھوں

کے نیچے کا کالا داگ دیکھتا ہے۔ اس کا میلا کپڑا دیکھتا ہے۔ اس کا گندا بدن دیکھتا ہے۔ ہم اس کو کیمرہ کی آنکھ سے دیکھتا ہے۔ پندرہ سال سے ہم فلم لائن میں ہے۔ کوئی حجام نہیں کرتا ہے۔ تم دیکھو، بھائی ۔۔۔ ہم آج ہی اس کا اسکرین ٹسٹ لے کے دکھاتا ہے۔ بزنس کی بات پھر کریں گا۔"

"او۔کے۔" پریم ورما بولا۔

"جب تک آپ لوگ یہیں رہیں گے۔" سندر جانی نے اپنی شرطیں پیش کرتے ہوئے کہا "اس معاملہ پہ کسی سے بات نہیں کریں گے۔ کسی کو کچھ بتائیں گے نہیں، زیادہ ادھر ادھر نہیں گھومیں گے۔ رات کو اسی فلیٹ میں سوئیں گے۔ ادھر ہی آپ سب لوگ کے کھانے پینے سونے کا بندوبست رہے گا۔ اور جمنا بائی کو تو کسی حالت میں فلیٹ سے باہر نہیں جانا چاہیے۔ یہ ہمارا Request ہے۔"

"او۔کے۔" پریم ورما نے ایک تجربہ کار فلمی آدمی کی طرح اپنے چہرہ پہ ایک شاطر مسکراہٹ لاکر بولا۔

"میں نے آپ کو کہیں دیکھا ہے۔" سندریس جانی نے اس سے پوچھا۔

"میں نے بھی۔" داؤد سیٹھ بولا۔

"ضرور دیکھا ہوگا۔ لاکھوں لوگوں نے مجھے دیکھا ہے۔"

"فٹ پاتھ پہ نہیں!" داؤد بولا "فٹ پاتھ پہ تو جرور لاکھوں لوگوں نے دیکھا ہوگا۔ پر کہیں اور دیکھا ہے میں نے۔ ایسا لگتا ہے مجھ کو۔"

"فلم کے پردے پہ دیکھا ہوگا۔" پریم ورما بولا "میں پریم ورما ہوں۔"

"ارے!" بے اختیار داؤد سیٹھ کے منہ سے نکلا۔ وہ اور سندریس جانی

بڑی حیرت سے کئی لمحے پریم ورما کو تاکتے رہے۔ پھر ایک دم دونوں آگے بڑھ کر دائیں بائیں دونوں طرف سے پریم ورما سے بغلگیر ہونے کی کوشش کرنے لگے اور اس سے ہاتھ ملانے لگے اور خود بھی ایک دوسرے سے ہاتھ ملانے لگے اور کہنے لگے "بس اب کام بن گیا۔ یہ بزنس سمجھتے ہیں اب انہی سے بات ہوگی"

یکایک پرائیویٹ روم کا دروازہ کھلا اور باسکو نمودار ہوا۔ وہ پورا کا پورا اس چھوٹے سے دروازہ میں سمایا ہوا تھا۔ بڑی خطرناک آواز میں بولا "ہم کو بھوک لگ رہی ہے، ناشتہ کرے گا؟"

سندر بس جانی نے کہا "یہ فلیٹ ہم لوگوں نے مہمانوں کے لئے رکھا ہوا ہے، مگر ابھی جلدی جلدی میں سب کچھ ہو گیا۔ آپ لوگوں کے آنے کی کس کو اطلاع تھی۔ آج رات تک اِدھر کھانے پینے کا سب بندوبست چالو ہو جائے گا۔ جب تک ـــ" سندر بس جانی نے جیب میں ہاتھ ڈال کر سو کا ایک پتہ نکالا۔ باسکو نے اسے فوراً اچک لیا اور پھر ہماری طرف دیکھ کر بولا۔

"چلو ناشتہ کریں باہر جا کر"

"آپ لوگ جاؤ" داؤد سیٹھ بولا "جمنا بائی اور ورما صاحب کو اِدھر چھوڑتے جاؤ۔ ہم ان کے سنگ بزنس کی بات کرے گا!"

میں اٹھا اور اٹھ کر باسکو کے ساتھ کمرہ سے باہر نکل گیا۔ ایک کوریڈور میں سے گذر کر واپس اس سجے ہوئے ڈرائنگ روم میں پہنچے تو باسکو ڈرائنگ روم کے شاہی ٹھاٹ باٹ دیکھ کر بہت ہنسا۔ بولا۔

"ہم ایسا ایسا گھر میں کئی بار چوری کیا۔ کبھی کچھ نہیں ملا۔ خالی ٹیلیفون

ہوتا، ریڈیو گرام ہوتا اور ٹھنڈا پانی کی بوتل ہوتا، اور کچھ نہیں ملا کبھی ایسا لوگ بہت چالاک ہوتا ہے کبھی گھر پر کچھ نہیں رکھتا"!

میں نے کہا "یہ لوگ روپیہ بینک میں رکھتے ہیں، زیور لاکر میں، دھرم مندر میں۔ یہ لوگ خود چور ہیں، تمہارے سارے ہتھکنڈے جانتے ہیں۔"

باسکو زور سے ہنسا۔ عبدل کی پیٹھ پر تھپکی دے کر بولا۔ "آج سے ہم لوگ چور نہیں رہا، ہیرو ئن کا باپ ہو گیا ہے۔" پھر عبدل کو سو کا نوٹ دکھاتے ہوئے بولا "یہ کمائی ناشتہ کو ملا ہے۔ تو سمجھ لے ڈنر کے لئے کیا ملے گا"!

پہلے تو ہم لوگ بیچ کنیڈی پر اپنے مطلب کا کوئی ریستوران ڈھونڈ رہے۔ ریستوران تو تین چار تھے۔ مگر وہ سب کے سب اس قدر ہائی کلاس تھے، چھری کانٹے والے، بر فیلے ٹمپریچر والے، گڑیوں کی طرح نازک عورتوں والے۔ کانونٹ کی گورہ شاہی ہندوستانی میں بات کرنے والے کہ اندر جانے کی خواہش رکھتے ہوئے بھی اندر جانے کی ہمت نہیں پڑی، حالانکہ ہمارے پاس اندر جانے کا پروانۂ راہداری موجود تھا۔ مگر ایک چیز سخاوت کبھی تو ہوتی ہے۔

اس لئے ہم ــــ ہر ہائی کلاس ریستوران میں جا کر بلکہ دروازہ تک جا کر لوٹتے رہے۔ آخر باسکو جھلا کر بولا۔

"اندر جا کر کچھ مزا نہیں آئے گا ــــ چلو حاجی علی کے ہوٹل میں... اکے پر... !"

جب ہم حاجی علی کے ہوٹل سے ناشتہ کر کے (ایسا ناشتہ جو لنچ اور ڈنر کے مساوی تھا) واپس فلیٹ پر پہنچے تو فلیٹ کے اندر شدید گرمی کے آثار نمایاں تھے۔ ڈائننگ روم میں کپڑے والا عمدہ ساڑھیاں لئے بیٹھا تھا۔ ایمی ٹیشن جیولری کے ڈبے پر ڈبے کھولے جا رہے تھے۔ ایک کونے میں درزی جمنا کے لئے بلاؤز سی رہا تھا۔ دوسرے کونے میں میک اپ والا اپنا سامان لئے بیٹھا تھا۔ ایک صوفہ پر ایک اینگلو انڈین ہیئر ڈریسر اپنی بے چین انگلیوں سے کھینچتی ہوئی بیٹھی تھی۔ پریم ورما نے اطلاع دی کہ دو عورتیں جمنا کو باتھ روم میں لے جا کر نہلا رہی ہیں اور اس کے بالوں کو شمپو کر رہی ہیں۔

خوشبودار صابنوں سے نہلا کر جمنا کو ایک بڑے تولیہ میں شمپین کی بوتل کی طرح لپیٹ کر ایک خواب گاہ میں پہنچا دیا گیا پھر ہیئر ڈریسر اور میک اپ والے کو اندر اس خواب گاہ میں پہنچا دیا گیا ... جب ہیئر ڈریسر اور میک اپ کا اہتمام ہو گیا تو درزی اور کپڑا بدلنے والی عورت کو اس خواب گاہ میں لے جایا گیا۔ اتنے میں پہ کالہ پروڈکشن کا

کیمرہ مین اپنا کیمرہ اور چند لائٹیں لے کر آن پہنچا۔ ہم سب لوگ بڑی بے چینی سے ڈرائنگ روم میں کمرے یا بیٹھے اس عجیب و غریب ڈرامہ کو چپ چاپ دیکھ رہے تھے۔

کوئی دو گھنٹے کے بعد جمنا اپنی خواب گاہ سے نکل کر کوریڈور میں نکل آئی۔ خراماں خراماں چلتے ہوئے ڈرائنگ روم کی طرف بڑھنے لگی۔ ہم تو اسے دیکھ کر دھک سے رہ گئے۔ سفید ساڑھی میں ملبوس سلور کے جڑاؤ زیور پہنے ہوئے کسی اونچے پگوڈا کی مانند ہیئر اسٹائل اختیار کئے ہوئے وہ بڑی شان اور تمکنت سے پریم ورما کا ہاتھ تھامے چل رہی تھی۔ کیا یہ وہی فٹ پاتھ والی جمنا ہے یا جنت کی کوئی حور ہے!؟

"بلاڈی بچ!" بے اختیار باسکو کے منہ سے ایک تیز سرگوشی کی صورت میں نکلا پھر اس نے اپنا منہ جلدی سے بند کر لیا!

جمنا ہمیں دیکھ کر مسکرائی۔ کیسے چمکیلے موتیوں کی طرح آبدار دانت تھے۔ وہ بھورے میلے دانت کیا ہوئے۔ چہرہ کی وہ چھائیاں کہاں گئیں؟ کیا جمنا کی آنکھیں اتنی ہی بڑی اور پرکشش تھیں، ناک ایسی ہی ستواں تھی؟ چند گھنٹوں میں اس کے رخساروں پہ یہ گلاب کیسے کھل اٹھے، یہ جوان سینہ کدھر سے ابھر آیا۔ میں تو اس حیرت انگیز کایا کلپ کے معجزے کو دیکھ کر ماڈرن حسن کاروں کی کرامات کا قائل ہو گیا۔

جمنا چلتے چلتے ڈرائنگ روم کے اندر آ گئی۔ سب لوگ سانس روکے ہوئے اسے حیرت سے دیکھ رہے تھے۔ واقعی اب آرادھنا اور جمنا کی مشابہت نمایاں ہو چلی تھی۔ مجھے اور باسکو، نانتیا اور عبدل کو بھی

صاف نظر آ رہی تھی۔

کیمرہ مین نے اپنا کیمرہ ٹھیک کیا۔ لائیٹس درست کیں، پلگ لگا کر روشنی کی۔ ہم سب دم سادھے ہوئے اسے اور جمنا کو دیکھ رہے تھے۔ کبھی وہ جمنا کو صوفہ پہ بٹھا رہا تھا۔ جمنا ایک رنگین تصویروں والا فلمی رسالہ دیکھ رہی تھی۔ کبھی صوفہ سے اٹھ کر تیائی سے ٹیلیفون کا ریسیور اٹھا کر ٹیلیفون کر رہی تھی کبھی گلدان پر جھکی ہوئی پھول سجا رہی تھی کبھی قد آدم آئینہ کے سامنے کھڑی اپنی زلفیں سنوار رہی تھی۔ یہ تو جمنا نہ تھی کوئی مشاق ایکٹریس معلوم ہوتی تھی۔ ایک لمحہ کے لئے مجھے گمان گذرا جیسے ان لوگوں نے ہماری جمنا کو لے جا کر کسی باتھ روم میں بند کر دیا ہے اور آرادھنا کو باہر نکالا ہے۔

رات کو ہم لوگ اسی فلیٹ میں سوئے۔ پریم ورما اور جمنا کے لئے ایک بیڈ روم دیا گیا تانتیا اور عبدل کے لئے الگ — ایک بیڈ روم مجھے اور باسکو کو سونے کے لئے دیا گیا۔ پریم ورما کی دیکھ بھال کے لئے کینسر کے مرض کے ماہر ایک ڈاکٹر کو تعینات کر دیا گیا، جس کے لئے یہ طے کر دیا گیا کہ وہ دن میں دو بار آ کے مریض کو دیکھا کرے۔

باسکو کو بیڈ روم کی مدھم مدھم روشنی میں نیند نہیں آ رہی تھی۔ اس لئے روشنی گل کر دی گئی۔ پھر اسے اندھیرے سے الجھن ہونے لگی۔ پھر روشنی کر دی گئی۔ پھر اسے ایر کنڈیشنڈ کمرہ کے ٹھنڈے ٹھنڈے

ٹمپریچر سے وحشت ہونے لگی۔ ایر کنڈیشنر بند کر دیا گیا پھر اُسے گرمی لگنے لگی۔ چنانچہ سبھی کھول دیئے گئے۔ پھر اس کا دم ریشمی مچھر دانی کے اندر گھٹنے لگا۔ ریشمی مچھر دانی ہٹا دی گئی، پھر اسے بستر کی ریشمی چادریں چبھنے لگیں۔

ایک جست لگا کر باسکو پلنگ سے نیچے غالیچہ پر آ رہا تو غالیچہ کی دبیز گدگدی سطح کے اندر اسے کانٹے سے محسوس ہونے لگے۔ میں اپنے بستر پر لیٹا لیٹا اس کی حرکتوں سے محظوظ ہو رہا تھا۔ آخر باسکو نے غالیچہ کو بھی اٹھا کر تہہ کر کے ایک کونے میں کھڑا کر دیا، پھر کمرہ کی کھڑکیاں کھول دیں، پھر اپنے سب کپڑے اتار کے اور صرف ایک چڈی پہنے بیڈ روم کے ننگے فرش پر دراز ہو گیا اور تھوڑی دیر کے بعد اطمینان کے لمبے لمبے سانس لیتا ہوا گہری نیند میں کھو گیا۔

دوسرے دن کیمرہ مین نے صبح گھانے کر کی لیبارٹری سے ٹیلیفون کیا۔ سکرین ٹسٹ کا رش پرنٹ تیار ہے، آ کے دیکھ لیجئے — ہم سب گاڑیوں میں لدے پھندے گھانے کر کی لیبارٹری میں پہنچے۔ سب سے پہلے جا کے آرادھنا کی چند چلتی پھرتی تصویریں دیکھیں جو زیر تکمیل فلم سے کاٹ کر دکھائی جا رہی تھیں۔ اس کے بعد جمنا کے سکرین ٹسٹ کا پرنٹ چلایا گیا۔ مشابہت اور بھی واضح ہو چلی تھی۔ لانگ شاٹ اور مڈ شاٹ میں تو کسی طرح کا فرق ہی نہ معلوم ہوتا تھا۔ دونوں کی صورتیں ایک سی دکھائی دینے لگیں۔ ہاں کلوز شاٹ میں جمنا کے بائیں

گال پہ ایک تِل نظر آتا تھا جو آرادھنا کے ہاں نہیں تھا۔

"اس تل کو چھپایا جا سکتا ہے میک اَپ سے!" کیمرہ مین نے بتایا اور میک اَپ مین نے اس کی تائید کی۔

مگر جمنا آرادھنا سے بہت دُبلی دکھائی دیتی تھی۔ کیمرہ مین نے بڑی سختی سے دونوں کو جانچتے ہوئے کہا۔

سب چُپ رہے

"اور اس ٹھوڑی کا کیا ہوگا؟" کیمرہ مین نے پھر ریش پرنٹ دکھاتے ہوئے سیٹھوں سے پوچھا۔

بال، بھنویں، رخسار، آنکھ، کان، ہونٹ سب ٹھیک ٹھیک تھے۔ مگر آرادھنا اور جمنا دونوں کی ٹھوڑیاں ذرا مختلف تھیں۔ جمنا کی ٹھوڑی ذرا نکیلی تھی اور آرادھنا کی گول تھی جس کے بیچ میں ایک چھوٹا سا گڑھا پڑتا تھا۔ یہی گڑھا تو آرادھنا کے حسن کی جان تھی اور اسی پر اس کے لاکھوں پرستار مرتے تھے بلکہ اسی گڈھے میں گرتے تھے۔ جمنا کی ٹھوڑی میں یہ گڑھا غائب تھا۔

"اس کا بھی کچھ کیا جائے گا!" سندر بس جانی نے اعلان کیا۔

وہاں سے اٹھ کر ہم لوگ واپس اپنے فلیٹ میں آ گئے۔ کافی دیر تک داؤد بیٹھا اور سندر بس جانی اِدھر اُدھر ٹیلیفون کرتے رہے۔ آخر کار قرعۂ انتخاب ڈاکٹر رتن میگھانی کے نام پڑا جو ان سیٹھوں کے بہت سے دوستوں کے خیال میں بمبئی کے سب سے بڑے پلاسٹک سرجن تھے۔

ڈاکٹر رتن میگھانی کو بمبئی کے اعلیٰ طبقے کی خواتین میں بڑی شہرت حاصل تھی۔ ایک تو وہ عورتوں کی غذا کے سلسلے میں ماہر سمجھے

جاتے تھے۔ دوسرے انھوں نے پلاسٹک سرجری کے اس شعبے کی خاص تعلیم اور تجربہ حاصل کیا تھا جس کا تعلق زیادہ تر عورتوں کی افزائش حسن سے تھا۔

ڈاکٹر رتن میگھانی نے بڑے غور سے جمنا کے چہرے کا معائنہ کیا۔ کافی دیر تک پہلے تو جمنا کی ٹھوڑی پکڑے اور غور و خوض کرتے رہے۔ آخر انھوں نے فیصلہ دے دیا۔ وہ جمنا کے چہرہ کی پلاسٹک سرجری کریں گے اور اس کی ٹھوڑی کو ہوبہو آرادھنا کی ٹھوڑی سے ملا دیں گے۔ آپریشن کی فیس بیس ہزار روپے ہوگی۔ ایک ماہ کے لئے مس جمنا کو میگھانی نرسنگ ہوم میں رہنا پڑے گا۔۔۔ اس کا خرچہ الگ ہوگا۔

"خرچہ کی کوئی پرواہ نہیں ڈاکٹر صاحب! ہمیں ٹھوڑی چاہیئے!" سندر داس جانی بولا۔

"ٹھوڑی ملے گی!" ڈاکٹر میگھانی نے جواب دیا۔

"اور اس کا وزن بھی بڑھنا چاہیئے۔ یہ بہت دبلی ہے۔ کم سے کم بیس پونڈ وزن بڑھنا چاہیئے۔"

"عورتوں کا وزن گھٹانا مشکل ہے، وزن بڑھانے میں کوئی دقت نہ ہوگی۔" میگھانی نے ہنس کر کہا "معلوم ہوتا ہے یہ خاتون وزن گھٹانے کے لئے بہت فاقے کرتی رہی ہے۔"

جمنا کی تلخ ہنسی نے ہم سب کو چونکا دیا۔ دوسرے لمحہ میں خود ہی جمنا نے اپنے آپ کو سنبھال لیا اور اس کی زبان پر آیا ہوا فقرہ اس کے دل میں ہی کہیں دب گیا۔

"متوازن غذا ملے گی۔ دو نرسیں اس کی دیکھ بھال کے لئے رکھی جائیں گی۔ صرف ایک ماہ میں اتنا وزن بڑھانا خطرہ سے خالی نہیں ہے اس لئے دو ماہ میں اسے بڑھایا جائے گا۔ اب مس جمنا کو دو ماہ کے لئے میرے نرسنگ ہوم میں آپ کو رکھنا پڑے گا۔ اس علاج کے دس ہزار روپے الگ ہوں گے۔"

"کوئی واندہ نہیں" سیٹھ داؤد مسکرا کے بولے "ہم دینگا!"

اگلے چند دنوں میں بہت سی باتیں طے ہوگئیں لمبی کھینچ تان کے بعد جمنا کے کنٹریکٹ کا فیصلہ ہوا۔ جمنا کو دس ہزار روپیہ ماہانہ ملیں گے۔ ایک سال کا کنٹریکٹ ہوگیا۔ دوسرے سال اگر انہوں نے کنٹریکٹ پھر سے کیا تو جمنا کو بیس ہزار ماہانہ ملیں گے۔ اس کا نام آرادھنا ہوگا۔ وہ بھول جائے گی کہ وہ کبھی جمنا بھی تھی۔ اسے اپنے آپ کو ہر جگہ مس آرادھنا کے نام سے جتانا ہوگا۔ وہ اپنی ہستی کو آرادھنا کی ذات میں مدغم کر دے گی۔ دنیا یہی جانے گی کہ مس آرادھنا مری نہیں ہے اور زندہ ہے۔ بنگلور سے سیر و تفریح کے بعد بمبئی واپس آئی ہے۔ کسی حالت میں جمنا اپنی اصلیت کو ظاہر نہیں کرے گی۔

مجھے مس جمنا کا اتالیق مقرر کیا گیا۔ میرے ذمہ یہ کام تھا کہ اسے شستہ و رفتہ لہجہ میں باتیں کرنا سکھاؤں۔ میری تنخواہ پانچ سو روپے ماہانہ مقرر کی گئی۔ ایک اینگلو انڈین عورت بھی اس کی تعلیم کے لئے ملازم رکھی گئی جو اسے انگریزی میں گفتگو کرنے کے ابتدائی مراحل

بنائے گی اور مغربی تہذیب کے شائستہ طور طریقوں سے آگاہ کرے
باسکو کو اس تصویر کے سلسلے میں پروڈکشن کنٹرولر کا نگراں مقر
کیا گیا۔ اس کا کام یہ ہوگا کہ وہ پروڈکشن اسٹاف کی چوریاں پکڑ
کرے۔ چور کو چوروں کا نگراں بنا کر سیٹھ داؤد نے اپنی ذکاوت
کا ثبوت دیا تھا۔ تانتیا کو باسکو کا اسسٹنٹ مقرر کیا گیا۔ عبدل
تنخواہ ساڑھے تین سو ماہانہ، باقی سب کی پانچ سو۔ چھ ماہ کا
کنٹریکٹ تھا۔ کیونکہ سیٹھ کا خیال تھا کہ یہ تصویر زیادہ سے زیاد
مزید چھ ماہ میں مکمل ہو جائے گی، لیکن وہ ہمارے کنٹریکٹ دوبارہ
کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ ایسا انھوں نے ہم کو یقین دلایا۔

پریم ورما کی حالت بگڑتی جا رہی تھی۔ جمنا کے شدید اصرار پر
اُسے کینسر کے علاج کے لئے یورپ روانہ کر دیا گیا۔ اس کے علاج کا سارا
خرچہ جمنا خود اپنی تنخواہ سے ادا کرے گی۔ اپنے لئے صرف دو ہزار روپے
مہینہ کا خرچ رکھ کر اگلے چھ ماہ کی تنخواہ ایڈوانس لے کر جمنا نے
پریم ورما کو یورپ روانہ کیا۔ سیٹھ داؤد اور سندر بس جانی کے اور بھی
کئی دھندے چلتے تھے۔ امپورٹ ایکسپورٹ کا بزنس بھی تھا۔ یورپ
کی کئی فرموں سے ان کے گہرے تعلقات تھے اس لئے ایکس چینج کی
کوئی دقت پیش نہ آئی۔ اگلے پندرہ بیس روز میں سب انتظام ہو گیا
اور ڈبڈبائی آنکھوں سے جمنا نے ایرپورٹ پر پریم ورما کو
الوداع کہی، یہ بھی ممکن تھا، بلکہ اغلب تھا کہ یہ پریم ورما اور
جمنا کی آخری ملاقات ہو۔ مگر جمنا اس کا بہترین علاج کرا سکے
اس کے لئے اگر اسے سارے سال کی ساری تنخواہ بھی پھونک دینا پڑے

تو وہ اس کے لئے بھی تیار تھی۔

ڈاکٹر میگھانی کے نرسنگ ہوم میں جمنا کے چہرہ پر پلاسٹک سرجری کا عمل کامیاب رہا اور وہ فتنۂ عالم بھوڑاسی بھی معرضِ وجود میں آگئی جس پر سینما دیکھنے والے شائقین کی جان جاتی تھی۔ ایک ماہ کے بعد جب زخم بھر گیا تو پتہ ہی نہ چلتا تھا کہ یہ جمنا ہے یا آزادھنا۔ ایسی حیرت انگیز مشابہت تھی۔ تمام پٹیاں لگا دو بارہ سکرین ٹسٹ، رات کے وقت جمنا کو نرسنگ ہوم سے لے جاکر لے لیا گیا۔ اب کے کلوز اپ میں بھی کسی کو کوئی اعتراض کی گنجائش نہ تھی۔ ڈاکٹر میگھانی نے پلاسٹک سرجری سے جمنا کے دائیں گال کا تل بھی غائب کر دیا تھا۔

جن دنوں جمنا ڈاکٹر میگھانی کے نرسنگ ہوم میں تھی اسے ہر ہفتہ پریم ورما کا خط ملتا رہا۔ خطوں کا لہجہ مایوس کن ہوتا تھا۔ اچانک چوتھے خط میں پریم ورما کا لہجہ بشاش ہو چلا تھا۔ یہ خط پریم ورما نے زیورچ سے لکھا تھا۔ سوئٹزرلینڈ کی آب و ہوا اور علاج نے اس کی صحت پر خاطر خواہ اثر پیدا کیا تھا۔ ڈاکٹروں کا خیال تھا کہ اب اُسے زندگی کے چند ماہ اور مل جائیں گے لیکن اگر وہ مزید علاج کے لئے دی اینا جا سکے تو ممکن ہے بہتری کی اور بھی اچھی صورت پیدا ہو۔

جمنا پھر اڑ گئی۔ ضد کر کے اس نے تین ماہ کی مزید تنخواہ ایڈوانس میں لے لی اور پریم ورما کو تاکید کی کہ وہ ضرور زیورچ سے دی اینا چلا جائے اور اچھے سے اچھے ڈاکٹر سے اپنا علاج کرائے اور اس میں

کسی طرح کی کوتاہی نہ کرے۔

دو ماہ کی بجائے جمنا کو ڈاکٹر میگھانی کے نرسنگ ہوم میں تین ماہ کے لئے رکھا گیا کیونکہ ڈاکٹر میگھانی کی زیر نگرانی جمنا کی صحت بے حد اعتدال سے ترقی پذیر تھی۔ رنگ نکھرتا جا رہا تھا۔ کولھے بھرنے لگے تھے۔ گالوں پر نسوانی چمک آ گئی تھی۔ اس کھوکھلی ہنسی کی جگہ ایک چنچل شریر چاندی کی گھنٹی کی طرح بجتا ہوا شرمیلا قہقہہ ابھر آیا تھا۔ اب وہ شستہ و رفتہ لہجہ میں گفتگو کرنے لگی تھی۔ انگریزی میں تھوڑی گٹ پٹ کرنے لگی تھی۔ اٹک اٹک کر پڑھتی تھی مگر چیک پر بڑی روانی سے دستخط کرتی تھی۔

"شکر ہے مس آرادھنا کبھی زیادہ پڑھی لکھی نہ تھی ورنہ کبھی نہ کبھی یہ بھید کھل جاتا!" سندریس جانی نے داؤد سیٹھ سے کہا۔ پھر اسے مس آرادھنا کے باپ گنیشی لال کا خط دکھایا۔

گنیشی لال ماڈرن قسم کا باپ تھا۔ اسے اپنی بیٹی کی کمائی پر زندہ رہنے میں کوئی عار نہ تھا۔ اکثر وہی پروڈیوسروں سے پیسہ وصول کرتا تھا۔ اس کی شوٹنگ کے لئے تاریخیں دیتا تھا۔ وہ مس آرادھنا کا باپ بھی تھا اور سکریٹری بھی۔ محافظ بھی اور نگراں بھی، اور اب وہ جمنا کا بھی باپ تھا۔

جن دنوں مس آرادھنا کورگ میں شوٹنگ کرنے کے لئے جانے لگی گنیشی لال نے یورپ کے سفر کی ٹھانی۔ اس نے اپنے اور اپنی بیٹی کی انگریزی خط و کتابت کے لئے ایک اینگلو انڈین حسینہ کا انتخاب کیا تھا اس حسینہ کے اصرار پر گنیشی لال نے یورپ کے [illegible] تیاری کی۔ اِدھر

مس آرادھنا کو رگ گئی اُدھر گنیشی لال اپنی محبوبہ کو لے کر یورپ روانہ ہو گیا۔

پہلے مس آرادھنا کو اپنے باپ کے خط یورپ کے مختلف شہروں سے ملتے رہے، ان کا اس نے کیا جواب دیا یہ کسی کو معلوم نہ تھا۔ ادھر دو ماہ سے گنیشی لال کا کوئی خط نہیں آیا تھا۔ پھر اچانک لندن سے اس کے دو خط آئے۔ دونوں خط سیٹھ داؤد اور سندر جانی نے پڑھ کر اپنے قبضے میں رکھ لئے اور رحمنا کو آگاہ نہیں کیا۔ پھر تیسرا خط جو پیرس سے آیا اسے پڑھ کر دونوں سیٹھ چونک گئے۔ یہ خط بھی مس آرادھنا کے نام تھا۔ اس خط میں باپ نے بیٹی سے گلہ کیا تھا کہ اس نے گذشتہ دو خطوں میں اصرار کر کے روپیہ منگایا تھا جو اس کی بیٹی نے نہیں بھیجا تھا۔ اب اگر وہ پیرس میں مندرجہ ذیل پتہ پر اسے مزید رقم یورپ کے سفر کے اخراجات کے لئے روانہ نہیں کرے گی تو لامحالہ باپ کو یورپ سے واپس آنا پڑے گا۔ مگر خط کے لب و لہجہ سے معلوم ہوتا تھا کہ ابھی گنیشی لال یورپ سے ہندوستان آنے کو تیار نہیں ہے۔ ابھی اس کا جی یورپ کے گل چھرّوں سے نہیں بھرا۔ ابھی وہ کچھ دیر اور یورپ کی سیر کرنا چاہتا ہے۔

"اچھا ہے ابھی وہ کچھ دیر اور یورپ میں سیر کر لے"۔ سندر بولا۔

"مگر اسے روپے بھی تو اور بھیجنے پڑیں گے"۔ داؤد سیٹھ کسی قدر تشویش سے بولا۔

"وہ تو بھیجنے پڑیں گے"۔ سندر بولا۔

"اس سے تو یہی بہتر ہے کہ اسے واپس بلا لیا جائے"۔

"اور اگر اس نے کہیں جمنا کو پہچان لیا؟"

"ناممکن ہے؟"

"ناممکن ممکن بھی ہو سکتا ہے میرے بھائی!" سندر نے داؤد سے کہا۔ "ابھی اسے چند ماہ یورپ میں رہنے دو۔ بلکہ میں تو کہتا ہوں جب تک جمنا ہماری پکچر میں کام کرتی ہے اُسے یورپ ہی میں رہنے دیا جائے اور ہم لوگ جلدی جلدی سے شوٹنگ کر کے اس کے آنے سے پہلے پکچر کو ختم کر ڈالیں — کیوں؟"

"بات تو کھری کہتے ہو!"

"تو بھجوا دو اسے تیس ہزار روپے"

"بھجوانا ہی پڑیں گے۔ دوسرا کوئی رستہ نہیں" داؤد سیٹھ ٹھنڈی سانس بھر کر بولا۔ "پریم ورما کو بھجوا لگ، گنیشی لال کو بھجوا لگ! سودا مہنگا ہے — جانی!"

جانی بولا: "مگر ایسا مہنگا بھی نہیں ہے پارٹنر — سوچو کہ مس آرادھنا آج زندہ ہوتی تو اس کو کتنا دینا پڑتا"

اس لین دین کا خیال کر کے داؤد سیٹھ کے بدن میں ایک جھرجھری آئی۔ یکایک اس کا تصور کر کے اس کا چہرہ کھل اٹھا۔ جمنا بہت سستی رہے گی۔ اگلی پکچر کے لئے بھی سستی رہے گی۔ سودا برا نہیں!

"تیس ہزار کی بجائے میں اسے پچاس ہزار بھجوائے دیتا ہوں۔ جمنا سے خط پر دستخط کرا لوں گا۔ باقی سب خط انگریزی میں ٹائپ ہوگا۔ خط میں اس کو لکھ دوں گا آرادھنا کی طرف سے کہ وہ یورپ میں مزید دو ماہ کی بجائے تین ماہ رہ سکتا ہے" داؤد سیٹھ نے فیصلہ کر دیا۔

"رقم مس آرادھنا کے حساب سے جائے گی؟" جانی نے پوچھا۔
"مگر جائے گی تو اپنے اکاؤنٹ سے۔ جمنا کے پاس پیسہ ہے کہاں؟"
ایک جوا کھیل رہے ہیں۔ وہ تو کافی رقم ایڈوانس لے کر پریم ورما کو روانہ کر چکی ہے۔ سالی یہ عورتیں آلدم بے وقوف ہوتی ہیں۔ اپنا کچھ نہیں سوچتیں۔ اس کینسر کے بیمار کو روپیہ بھیجتی جا رہی ہے۔ وہ سالا تو مرنے والا ہے!"
"اگر دنیا میں بے وقوف نہ ہوں، سیدھے سادے، بھولے بھالے نیک ایمان دار شریف آدمی نہ ہوں تو ہمارا تمہارا دھندا کیسے چلے سیٹھ؟" سندریس جانی ہنس کر کہنے لگا۔ "مگر روپیہ بھیجنے سے پہلے ایک بات کا خیال ضرور رکھنا۔"
"کیا؟"
"مس جمنا یعنی مس آرادھنا سے ان رقموں کی رسید پر دستخط ضرور کرا لینا، آخر اس کے باپ کو روپیہ جا رہا ہے!" سندریس جانی نے آنکھ مار کر داؤد سیٹھ سے یہ بات کہی۔
پہلے لمحہ میں تو نہیں، ہاں دوسرے لمحہ میں، جب سندریس جانی کی چال داؤد سیٹھ کی سمجھ میں آئی تو اس نے بڑے زور سے اپنے پارٹنر سے ہاتھ ملایا اور چلا کر کہنے لگا۔
"وہ کاٹا۔ صاف کاٹ دیا۔ کیا ہاتھ کی صفائی دکھائی ہے جانی!"
"ہم بھی کسی گرہ کٹ سے کم نہیں پیارے!" سندریس جانی خوش ہو کر بولا۔
دونوں دیر تک قہقہے لگاتے رہے۔

تین مہینے کتنی جلدی گزر گئے۔ ان تین مہینوں میں جمنا گویا اندر اور باہر سے بار بار دھوئی گئی۔ اس کے پورے سسٹم کو ڈاکٹر میگھا نی نے فلش کر دیا۔ اس کے اندر اور باہر کی ہر غلاظت کو دھو کر اسے مصفّا و پاکیزہ بنا دیا۔ وہ شباب جو گذشتہ چھ برس سے اس پر نہ آیا تھا یک لخت ایک گھٹا کی طرح اس پر پھٹ پڑا۔ وہ جوانی جو اب تک اس کے دل کے کسی گوشہ میں اک امید رائیگاں اک حسرت ناتواں کی طرح کہیں سوگوار بیٹھی تھی اب اچانک اٹھ کر بلند ہو گئی۔ اور ایک نشہ کی لہر کی طرح اس کے انگ انگ میں ناچنے لگی جیسے وہ اپنے آپ میں مکمل ہو گئی۔ مرد بڑھاپے تک مکمل ہوتا ہے اور آخر وقت تک زندگی سے کچھ نہ کچھ لیتا رہتا ہے۔ مگر عورت جوانی ہی میں مکمل ہو جاتی ہے اور پھر باقی زندگی اپنے آپ کو بانٹنے میں بسر کرتی ہے۔ کچھ ماں باپ کو، کچھ شوہر کو، کچھ بچوں کو، کچھ بچوں کے بچوں کو اس طرح بانٹتے بانٹتے اپنے آپ کو ختم کر دیتی ہے۔

میں جمنا کے بدلتے ہوئے سراپے کو حیرت سے دیکھ رہا تھا۔ وہ

خود بھی حیرت سے اپنے آپ کو دیکھتی تھی اور کبھی کبھی یوں اپنے جسم میں چٹکی لیتی کہ آیا جو کچھ وہ دیکھ رہی ہے وہ خواب ہے کہ حقیقت۔ اور جب اس کی سمجھ میں کچھ نہ آتا تو وہ تکیوں میں سر چھپا کر خوشی سے رونے لگتی۔ اور اب وہ فٹ پاتھ ہم سے کتنی دور پیچھے رہ گیا تھا، ہزاروں میل دور ایک دھبّہ کی طرح، ایسا لگتا ہے جیسے اس فٹ پاتھ پر ہم نے نہیں، کسی دوسرے نے، وہ تلخ ایام، وہ نفرت زدہ شب و روز گزارے تھے۔

تین ماہ بعد ڈاکٹر بیگھانی نے جمنا کو اپنے نرسنگ ہوم سے جانے کی اجازت دے دی۔ اُسے لینے کے لئے داؤد سیٹھ خود آئے تھے مجھے بھی اپنے ساتھ لائے تھے۔ پرانے ماڈل کی کالی سیڈان تھی جس کے پچھلے کانچ نیم سیاہ تھے۔ باہر سے دیکھنے والے اندر بیٹھنے والوں کو دیکھ نہ سکتے تھے۔ مگر پہچان نہیں سکتے تھے۔ گاڑی جمنا کو لے کر چلی مگر چلتے چلتے کچھ عرصہ کے بعد مجھے ایسا لگا جیسے گاڑی ہمارے فلیٹ کی طرف جانے کی بجائے بمبئی سے باہر نکل رہی ہے۔

"ہم کہاں جا رہے ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"ایئرپورٹ!" داؤد سیٹھ بولا۔

ممکن ہے سیٹھ کو ایئرپورٹ پر کوئی کام ہو۔ اس لئے میں چپ رہا۔ مگر ایئرپورٹ پہ پہنچ کر داؤد سیٹھ نے میرے ہاتھوں میں ہوائی جہاز کے دو ٹکٹ تھما دیئے تو میں حیرت سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔

جمنا کو کچھ معلوم نہیں تھا وہ الگ ایک کونے میں لگے قد آدم دیوار گیر آئینہ میں اپنے آپ کو دیکھتی ہوئی اپنی نئی جوانی کو دریافت کرنے میں مشغول تھی۔

"تم دونوں آج بنگلور جاؤ گے!"

"ہوائی جہاز سے؟" یکایک جمنا نے آئینہ سے پلٹ کر اور بے حد خوش ہو کر کہا۔

"ہاں۔ ابھی چالیس منٹ کے بعد ہوائی جہاز جائے گا!"

"مگر میرے کپڑے اور سامان؟" جمنا نے اٹھلا کر کہا۔

"تم دونوں کے کپڑے اور سامان میں گاڑی میں رکھ کر ساتھ لایا ہوں۔ دونوں سوٹ کیس ہیں۔ بس ایک دن تم لوگوں کو بنگلور میں رہنا ہوگا۔ دوسرے دن واپس آجاؤ گے۔"

"وہاں بنگلور میں ہم کہاں ٹھہریں گے؟" میں نے پوچھا۔

"ہوٹل میں!"

"مگر ہم بنگلور کیوں جا رہے ہیں؟" جمنا نے نہایت سریلی آواز میں پوچھا۔ اس کی بھنویں سوالیہ انداز میں لیکن نہایت پیارے انداز میں تن گئیں۔

ایک لمحہ کے لئے داؤد سیٹھ بھی اس کے شستہ اور رواں لہجہ سے مرعوب ہو گیا۔ شائستہ گفتگو کی کوشش کرتے ہوئے بولا "آپ کو اُدھر ایئرپورٹ میں جانی سیٹھ ملیں گے وہ آپ کو سب بتا دیں گے۔"

"یہ لو پانچ سو روپے جیب خرچ کے لئے" داؤد سیٹھ نے اپنی جیب سے سو سو کے پانچ نوٹ نکال کر جمنا کے پرس میں ڈال دیئے۔ جمنا کے ہونٹ لپ اسٹک کی لکیر سے تیکھے اور کٹیلے ذرا سے کھلے موتیوں کی لڑی ذرا سی نظر آئی۔

"شکریہ!" جمنا نے اپنی لمبی لمبی پلکیں جھپکا کے کہا۔

پون گھنٹے کے بعد ہوائی جہاز بمبئی سے اڑا۔ شہر ہمارے قدموں کے نیچے تھے۔ جمنا کے لئے اور میرے لئے بھی یہ ہوائی جہاز میں ہمارا پہلا سفر تھا۔ جمنا کھڑکی میں بیٹھی تھی اور بے حد مسرور اور خوش نظر آتی تھی۔ اس نے کھڑکی کے باہر دیکھتے ہوئے یکایک میرا ہاتھ پکڑ کر اسے زور زور سے ہلاتے ہوئے کہا۔

"بھیا — وہ دیکھو — وہ دیکھو... وہ رہا ہمارا فٹ پاتھ!"

شش کہہ کر میں نے اسے گھورا۔ اور اسے فوراً چپ کرا دیا۔ جمنا نے اپنی غلطی پر نادم ہو کر اپنے دانتوں میں انگلی دبا لی۔ میں نے گھبرا کر ادھر ادھر آگے پیچھے نظر ڈالی۔ ہمارے پیچھے ایک گنجا یورپین پادری بیٹھا تھا اور وہ ماضی تھا۔ ہمارے آگے ایک ہندوستانی عورت اپنے بچے کے منہ میں چوسنی دے رہی تھی اور وہ مستقبل تھی۔ مگر ماضی اور مستقبل اس وقت دونوں ہم سے بے نیاز اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ دونوں کے چہروں سے لگتا تھا کہ وہ لوگ ہمیشہ سے گویا اس ہوائی جہاز کے سفر کے عادی ہیں۔ مگر جمنا کے چہرے پر ابھی بھولی بھی بچگانہ مسکراہٹ تھی گویا کہہ رہی ہو — دیکھو بھیا۔ ہم اس فٹ پاتھ سے اٹھ کر کہاں آن پہنچے ہیں۔

ایک مست ناز ایئر ہوسٹس ہماری طرف دیکھتی ہوئی مسکراتی ہوئی گذری۔

"یہ مسکرا کیوں رہی تھی؟" جمنا نے مجھ سے پوچھا۔

"مسکرانا ان کا فرض ہے!"

پھر بالکل ہمارے دائیں پہلو کی سیٹوں کی قطار میں بیٹھا ہوا ایک نوجوان جمنا کی طرف دیکھ کر مسکرانے لگا۔

"کیا مسکرانا اس کا بھی فرض ہے؟" جمنا نے مجھ سے پوچھا۔

اب وہ نوجوان اپنے پہلو میں بیٹھی ہوئی شلوار قمیص پہنے ہوئے ایک سانولی لڑکی سے سرگوشی کر رہا تھا۔ آہستہ آہستہ سرگوشی میں باتیں کرتے کرتے وہ دونوں کنکھیوں سے ہم کو دیکھ لیتے تھے۔

جمنا کا چہرہ فق تھا۔ اس نے جھک کر مجھ سے سرگوشی کی "معلوم ہوتا ہے یہ لوگ ماہم کے رہنے والے ہیں۔ ان لوگوں نے ہم کو پہچان لیا ہے"۔

"تم چپ رہو کسی کو مت پہچانو۔ باہر کھڑکی میں دیکھو"۔ میں نے آہستہ سے اس سے کہا۔ وہ منہ پھیر کر باہر کھڑکی سے دیکھنے لگی۔

اتنے میں وہ لڑکا اور لڑکی اپنی سیٹوں سے اٹھے اور کچھ شرماتے ہوئے انداز میں مسکراتے ہوئے ہماری طرف بڑھے۔

"آپ مس آرادھنا ہیں ناں؟" لڑکے نے رک رک کر پوچھا۔

"میں نے آپ کی سب تصویریں دیکھی ہیں!" لڑکی جلدی سے بول اٹھی۔ "آپ کی Latest "تو کہاں ہیں کہاں" بھی دیکھی ہے"۔

"غضب کی ایکٹنگ ہے۔ خاص کر وہ دو سین جس میں آپ فٹ پاتھ گرل کے روپ میں نظر آتی ہیں"۔

"ایسا لگتا ہے جیسے آپ ساری زندگی فٹ پاتھ پہ رہی ہیں"۔ لڑکی نے ایک فقرئی قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

جمنا نے کہا "شکریہ!"

"ہم اس ہوائی سفر کو ہمیشہ یاد رکھیں گے۔ یہ ہماری خوش قسمتی

تھی کہ ہم نے مس آرادھنا کو اتنے قریب سے دیکھ لیا" لڑکے نے اتنا کہہ کر اپنی جیب سے ایک آٹو گراف بک نکالی۔

"اس پر دستخط کر دیجیے۔" لڑکے نے بڑی لجاجت سے درخواست کی۔ لڑکے نے اپنی آٹو گراف بک ڈرتے ڈرتے مس آرادھنا کی طرف بڑھائی۔ کانپتی ہوئی انگلیوں سے جمنا نے اس آٹو گراف بک کو اپنے ہاتھ میں لیا۔ کھول کر ایک خالی صفحہ پر دستخط کئے۔ اتنے میں لڑکی نے بھی اپنی آٹو گراف بک اس کے سامنے بلکہ ہاتھ میں تھما دی تھی۔ جمنا نے اس پر بھی دستخط کیے۔ لڑکا اور لڑکی دونوں شکریہ ادا کر کے واپس اپنی سیٹ پر جا بیٹھے۔

ہوتے ہوتے اِدھر اُدھر آگے پیچھے مسافروں میں چہ می گوئیاں شروع ہو گئیں ـــــ "مس آرادھنا!" آرادھنا... فلم ایکٹریس... جب دل نے یاد کیا... دیکھی تھی نا ہم نے... اور وہ، تیری محبت میری ہار... یاد ہے؟... وہی ہے؟ ـــــ ہم جدھر نگاہ ڈالتے تھے لوگوں کو اپنی نگاہوں کا مرکز پاتے تھے۔ کئی منچلے اور بھی اپنی سیٹوں سے اٹھ کر آئے اور آٹو گراف لینے لگے۔ ایک صاحب کے پاس آٹو گراف بک نہیں تھی۔ انھوں نے اپنی جیب سے سَو کا نوٹ نکال کر کہا۔

"اس کو رکھ لیجیے اور اپنے کسی سَو کے نوٹ پر دستخط کر دیجیے۔"

"اور اگر میرے پاس سَو کا نوٹ نہ ہو تو؟" جمنا نے شوخ لہجہ میں اس خوبرو مرد کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

"تو یہ سَو کا نوٹ رکھ لیجیے اور کسی کاغذ کے پُرزے پر دستخط کر دیجیے۔ میں سمجھوں گا مجھے ہزار روپیہ مل گیا۔"

جمنا نے ہنس کر پرس سے سو کا ایک نوٹ نکالا۔ اس کا دیا ہوا نوٹ پرس میں رکھ لیا۔ اپنے سو کے نوٹ پر آٹوگراف کر کے اسے دے دیا۔

اتنے میں ایئر ہوسٹس، پائلٹ کی کیبن سے مسکراتے ہوئے نکلی چلتے چلتے ہمارے قریب آ کے رک گئی۔ جمنا کو مخاطب کر کے بولی۔

"ہیلو!"

"ہیلو!!"

"آپ نے مجھے غالباً نہیں پہچانا میں گنتی ہوں ——— جب آپ کورگ جا رہی تھیں شوٹنگ پر، تو آپ سے ملاقات ہوئی تھی۔"

"او ہیاد گنتی۔" جمنا نے اسے پہچانتے ہوئے کہا۔

ایئر ہوسٹس کی مسکراہٹ بے حد جگمگانے لگی۔ بولی

"آپ کے لئے چائے لاؤں یا کافی؟"

"نو تھینکس!"

"اگر آپ کو کسی طرح کی کوئی ضرورت ہو مجھ سے کہیئے۔" گنتی نے بڑی انسانیت سے جمنا سے کہا اور اپنی لچکدار کمر کو جھلاتے ہوئے چلی گئی۔

جمنا نے بھی آہستہ سے منہ پھیر لیا۔ اس کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو چھلکنے لگے۔ اس کا سارا جسم فرطِ جذبات سے کانپ رہا تھا۔

رات کو بنگلور کے ڈی لکس ہوٹل کے لاؤنج میں کافی پیتے ہوئے جمنا نے کہا "یہ سب خواب ہے کیا؟ —— خواب ہے کیا؟ یہ روشنیاں یہ عطر میں ڈوبے ہوئے کپڑے، یہ لوگوں کی اپنائیت بھری نظریں جیسے

ساری دنیا میری ہو، یہ محبّت کیا اسی دنیا میں موجود تھی؟"

میں چپ رہا۔

جمنا کافی کے پیالہ سے اپنی چھنگلیا میں پڑی ہوئی ہیرے کی انگوٹھی کو بجاتے بجاتے بولی۔

"سوچتی ہوں کیا میں وہی جمنا ہوں فٹ پاتھ پر سونے والی، سولھویں سڑک پر دھندا کرنے والی میری طرح اور بھی لڑکیاں تھیں، وہاں مجھ سے زیادہ خوبصورت، زیادہ سندر۔۔۔ وہ رضیہ اور رجا نکی اور تالی بائی، مجھے تھوڑی سی غذا ملی، تھوڑی سی روشنی، تھوڑی سی امید، آرام اور فراغت اور چند مہینوں ہی میں کیا سے کیا ہو گئی۔ اور ان کو کچھ نہیں ملے گا۔ ان کے ننھے جسم چیونٹیوں کی طرح مسلے جائیں گے۔ کیسے وہ جیتی ہیں، کیسے وہ مرتی ہیں، دنیا کو ان کی خبر تک نہ ہوگی۔"

"اور مندروں میں آرتی ہوتی رہے گی، مسجدوں میں اذان ہوتی رہے گی، گرجاؤں میں گھنٹے بجتے رہیں گے اور خدا اپنے تخت پر بیٹھا رہے گا آئس کریم کھاتا ہوا۔۔۔" میں نے ایک تلخ ہنسی سے کہا۔

"یہ مذاق کا وقت نہیں ہے۔" جمنا میری طرف دیکھ کر غصہ سے بولی

اتنے میں سندر یس جانی آگیا۔ "چلو چل کے اپنے اپنے کمرہ میں سو جاؤ صبح واپس بمبئی جانا ہے۔"

بمبئی ایئر پورٹ ــــ

جہاز سے اترنا۔۔۔ تینوں کا ساتھ ساتھ چلنا ــــ جمنا، میں اور

سندر جانی...

"اپنی بہترین مسکراہٹ تیار رکھو" جانی نے جمنا کو اشارہ کیا۔
جمنا نے کامدانی کے کام کی بہترین گلابی ساڑھی پہن رکھی تھی
بالوں میں شونتی کے پھول تھے، ہاتھ میں ایک قیمتی پرس، پاؤں میں
زری کے کام کی اونچی ایڑیوں کے سینڈل... اس کے انگ انگ
سے خوشبو کی لپٹیں اٹھ رہی تھیں — اُجلا اور ہلکا میک اَپ تھا۔
چلتے چلتے جب ہم ایئر پورٹ کے ویٹنگ روم میں پہنچے تو
وہاں لوگوں کا ایک اژدہام تھا۔ ہمیں لینے کے لئے پہلے سے موجود تھا۔
پرکاش پروڈکشن کا ہر فرد موجود تھا اور کئی فلمی ستارے اور
پریس فوٹو گرافر —

جب ہم ویٹنگ روم میں داخل ہوئے تو سندر جانی نے مجھے
ہاتھ سے پکڑ کر پیچھے روک لیا۔ جمنا اکیلے آگے بڑھ گئی۔ فوراً کیمرے
چلنے لگے، فلش بلب جلنے لگے۔ سب سے پہلے داؤد سیٹھ نے آگے
بڑھ کر جمنا کے گلے میں ہار ڈالا۔ جمنا گھبرا سی گئی۔ مگر فوراً ہی اس
نے اپنے آپ کو سنبھال لیا — پھر ایک ہار کے بعد دوسرا ہار۔ ہاروں
سے اس کا گلا لد گیا۔ لوگ اس سے اس طرح مل رہے تھے، جیسے
برسوں سے جانتے ہوں۔ نگاہوں میں کتنی تعریف تھی اور کتنی عزت!
ہوتے ہوتے آس پاس کے لوگوں تک خبر پہنچی کہ مس آرادھنا
بنگلور سے واپس آئی ہیں اور یہ ان کا استقبال ہو رہا ہے۔ لوگ جو
اپنے دوستوں یا رشتہ داروں کو لینے یا رخصت کرنے آئے تھے سب
مس آرادھنا کو دیکھنے کے لئے ٹوٹ پڑے۔ آٹو گراف لینے والوں نے

ہلّہ بول دیا، مگر پولیس کا انتظام کافی تھا۔ جمنا فلمی ستاروں، پروڈیوسروں فوٹوگرافروں اور اپنے سینکڑوں پرستاروں کے عملہ میں چلی، چلتی گئی — جلدی جلدی ہجوم سے نکال کے اسے ایک گاڑی میں بٹھا دیا گیا اور اسی لمحہ بمبئی کی طرف روانہ کر دیا گیا۔

جب آرادھنا کی گاڑی چلی گئی تو مجھے داؤد سیٹھ اور سندر جانی نے اس کے پیچھے دوسری گاڑی میں اپنے ساتھ بٹھا لیا۔ پھر میری طرف دیکھے بغیر داؤد سیٹھ اور سندر جانی بڑی بے تکلفی سے ایک دوسرے سے بغلگیر ہوئے اور ایک دوسرے کا منہ چومنے لگے اور زور زور سے ہاتھ ملانے لگے۔

"کیوں میں نہ کہتا تھا؟" داؤد سیٹھ نے سندر سے پوچھا۔

سندر بولا "ہاں، اپنا تجربہ کامیاب رہا کسی ایک کو شبہہ تک نہ ہوا۔"

"اب اپنی پکچر بنے گی اور ٹھاٹ سے بنے گی۔"

جب ہماری گاڑی ایئرپورٹ کی حدود سے نکل گئی تو ڈرائیور نے مڑ کر پوچھا۔

"کہاں چلوں؟"

"ملبار ہل — مس آرادھنا کے اپنے فلیٹ کو جانا ہے۔"

ڈرائیور نے گاڑی تیز کر دی اور بہت جلدی گھوڑ بند روڈ پر جمنا کی گاڑی کو جا لیا۔ دونوں گاڑیاں ایک ساتھ ملبار ہل پہنچیں، تقریباً ایک ساتھ چودہ منزلہ بلڈنگ کے سامنے رکیں۔ بلڈنگ پر نی آن روشنی کے حروف میں لکھا تھا "The Sea Shell"

سی شل کی چودھویں منزل پر مس آرادھنا کا فلیٹ تھا۔ ہم لوگ لفٹ سے پہنچے۔ فلیٹ کے بند دروازہ پر جا کر رک گئے۔ جمنا نے سوالیہ نظروں کے ساتھ سیٹھوں کی طرف دیکھا۔

داؤد نے جمنا سے کہا "گھنٹی بجاؤ۔"

ہم سب لوگ سندرسن جانی کے اشارہ پر جمنا کے پیچھے کھڑے ہو گئے۔ جمنا نے گھنٹی بجائی۔ چند لمحوں کے سکوت کے بعد دروازہ آہستہ سے کھلا۔ ایک ادھیڑ عمر کی ملازمہ چہرہ پہ شیشے کی عینکیں لئے نمودار ہوئی۔ یکایک اس کی نظر جمنا پہ پڑی۔ پڑتے ہی باچھیں کھل گئیں اور چلا کر بولی۔

"مالکن --- آپ کب آئیں؟"

وہ ادھیڑ عمر کی عورت جمنا سے لپٹ رہی تھی اور آنکھوں میں آنسو لا کر کہہ رہی تھی

"اپنی کاشی بائی کو ایک خط بھی نہیں لکھا!"

"چلو، چلو - اندر چلو مالکن سارا گھر تمہارے بغیر سونا ہے۔"

جمنا کاشی بائی کے ساتھ اندر ہولی۔

داؤد سیٹھ نے رک کر ایک نگاہ سندرسن جانی پر ڈالی۔ دونوں کی نگاہیں بے حد مسرور اور شادماں تھیں۔ پھر وہ دونوں بھی اندر چلے گئے۔

ان کے پیچھے پیچھے ہم سب لوفر۔۔۔

بہت بڑا فلیٹ تھا - سات خوابگاہوں والا، گیارہ غسلخانوں والا اور چھپن روشنیوں والا۔ سنا ہے اس فلیٹ میں کئی لاکھ کا فرنیچر

لگا یا گیا ہے۔ سُنا ہے پچھتر ہزار کے تو صرف پردے ہی آئے تھے۔ اس فلیٹ میں ایک سوئمنگ پول بھی تھا، ٹیرس گارڈن بھی تھا۔ ہر کمرہ میں ٹیلیفون تھا۔ کچن تک میں ٹیلی فون لگا تھا۔ تین باتھ روم تو صرف نوکر پیشہ کے لئے تھے۔ بہت بڑا کا رنر فلیٹ تھا جو اوپر کی منزل کے آدھے حصہ میں پھیلا ہوا تھا۔ دوسرے آدھے حصہ میں بلڈنگ کے مالک سیٹھ جس راج جی خود رہتے تھے۔ اُن کا فلیٹ بھی ایسا ہی تھا۔

تھوڑی دیر میں کاشی بائی نے زور زور سے آوازیں دے کر سارے نوکر اکٹھے کر لیئے۔ جو رہا بائی، گنپتی اور رسک لال، اور خدا بخش بیرہ اور ڈی سوزا کا... اور میلو... اور کملی باہر گئی ہوئی ہے۔" کاشی بائی نے جمنا کو بتایا" اس کی منگنی طے ہو گئی ہے۔"

"کہاں طے ہوئی ہے؟" جمنا نے پوچھا۔

"واہ۔ آپ ہی کے سامنے تو طے ہوئی تھی اور آپ ہی نے تو طے کرائی تھی ۔۔۔ وہی لانڈری والا چھوکرا شنکر..."

"اچھا وہی شنکر؟" جمنا نے ایسے سر ہلایا جیسے یکایک اسے سب یاد آ گیا ہو۔

کاشی بائی سر ہلا کے ہنسنے لگی۔

داؤد سیٹھ جلدی سے بولے

"کاشی بائی! بڑے لوگوں کو کہاں یاد رہتا ہے۔"

"ٹھیک بولتے ہو سیٹھ!"

پھر کاشی بائی جمنا کی طرف مڑ کر بولی۔

"مینا کماری کا ٹیلی فون آیا تھا اور شمی کپور کا۔ اور ہاں، ایک دفعہ دلیپ کمار کا بھی ٹیلیفون آیا تھا اور ——"

اتنا کہہ کر وہ رک گئی اور ہم سب کی طرف ایسی نگاہوں سے دیکھنے لگی —— دیکھوں کہ نہ کہوں؟"

"بولو بولو" جمنا نے کہا۔

"دو دفعہ پولیس کا ٹیلی فون بھی آیا تھا"!

"پولیس؟" جمنا کا رنگ اڑ گیا۔

"پولیس؟" سیٹھ داؤد کا دل دھک سے رہ گیا۔

"ہاں، دو دفعہ پولیس کا فون آیا تھا اور ایک دفعہ اپنے علاقہ کا انسپکٹر کاجی صاحب کھود آئے تھے"

"کیا پوچھ رہے تھے؟" سندر بس جانی نے آگے بڑھ کر معاملہ کو اپنے ہاتھ میں لیا۔

"پوچھ رہے تھے مس آرادھنا کہاں ہے؟" کاشی بائی بولی۔

"میں نے کہا شوٹنگ پر کورگ گئی ہیں۔ بولے کب آئیں گی؟ میں بولی میں کیسے بولوں کب آئیں گی۔ آئیں تو دو دن میں آجائیں۔ نہ آئیں تو دو مہینے نہ آئیں۔ ہماری میم صاحب اپنی مرضی کی مالک ہیں! اس پر وہ بولا کون سی کمپنی کی شوٹنگ پر گئی ہیں۔ میں نے آپ دونوں سیٹھ کا نام بتا دیا"

کاشی بائی نے اتنا کہہ کر داؤد سیٹھ اور سندر بس جانی سیٹھ دونوں سیٹھوں کی طرف دیکھ کے گویا سارا معاملہ ان کے سپرد کر دیا۔

"کب کی بات ہے؟" سندر نے پوچھا۔

"تین روج ہو گئے کاجی صاحب کو آئے ہوئے"۔
جمنا کے فق چہرہ کو دیکھ کر داؤد سیٹھ مسکرا کر بولے۔
"وہ دیکھ لیں گے — کوئی بات نہیں"۔
"چنتا مت کرو آرادھنا جی" سندر نے بھی مسکرا کر کہا۔
یکایک باہر کی گھنٹی پھر بجی۔
کاشی بائی جلدی سے دیکھنے گئی۔ دیکھ کر اس نے دروازہ کھولا۔
دروازہ میں علاقہ کے پولیس انسپکٹر قاضی قمرالدین صاحب کھڑے تھے۔
"آیئے۔۔۔آیئے۔۔۔"
سیٹھ داؤد نے قاضی صاحب کو بڑے بلند، بڑے شگفتہ مگر بیحد بناوٹی لہجہ میں کہا۔
قاضی صاحب کے ہاتھ میں کچھ کاغذات تھے۔ کبھی وہ کاغذات کی طرف دیکھتے، کبھی جمنا کی طرف — ان کے چہرے پر عجیب تذبذب کی کیفیت تھی۔
جب قاضی صاحب دروازہ سے ہٹے اور چل کر اندر آئے، تو جلدی سے داؤد سیٹھ نے آگے بڑھ کر ان کا استقبال کیا، اور فوراً انھیں بازو سے پکڑ کر الگ ایک کمرہ میں لے گئے۔ اندر جاتے ہی قاضی صاحب نے داؤد سیٹھ سے پوچھا۔
"یہ کیا گورکھ دھندا ہے؟ کورگ میں آپ نے رپورٹ درج کرائی کہ مس آرادھنا لاپتہ ہیں، غالباً انھیں چیتا کھا گیا۔ پولیس کو اڈپی کے ڈاک بنگلہ کے قریب جنگل سے جہاں آپ شوٹنگ کر رہے تھے۔ ایک عورت کا پنجر ملا جسے غالباً ایک آدم خور چیتے نے

کھا ڈالا تھا، پولیس نے یہ بھی رپورٹ دی ہے کہ انہی ایام میں ادھر ایک آدم خور چیتا بھی گھومتا تھا۔"

"بے چاری آرادھنا!" بے اختیار داؤد سیٹھ کے منہ سے نکلا۔

"بے چاری کیوں؟" قاضی صاحب نے حیرت سے کہا "میں اس آرادھنا کو زندہ اور صحیح سلامت ان کے اپنے فلیٹ میں دیکھ رہا ہوں — یہ کیا ماجرا ہے؟"

"وہ؟ — وہ؟ —" جلدی سے داؤد سیٹھ نے بات بناتے ہوئے کہا۔ "آپ کو ٹھیک ہی رپورٹ ملی ہے اور گورنگ کی پولیس نے آپ کو ٹھیک ہی رپورٹ دی ہے — ہم نے فی الواقع رپورٹ درج کرائی تھی قاضی صاحب — ہوا یہ قاضی صاحب کہ مس آرادھنا رات کو چاندنی میں اٹھ کر بنگلہ سے باہر ذرا گھومنے کو نکلیں — آپ جانیں یہ عورتیں ذرا رومانٹک تو ہوتی ہیں۔ سیر کرتے کرتے آگے بڑھ گئیں اور جنگل میں رستہ بھول گئیں دوسرے دن صبح جب ہمیں مس آرادھنا کا کمرہ خالی ملا اور ڈاک بنگلہ کے باہر خون کے نشان — تو ہمارے لئے رپورٹ درج کرانا ضروری ہو گیا۔"

"وہ تو ٹھیک کیا آپ نے! — مگر پھر مس آرادھنا — یہاں — کہاں؟"

"سنئے حضور — ہم تو دو دن مس آرادھنا کو ڈھونڈتے رہے۔ آخر تک وہاں رہے۔ سارے اسٹاف کا خرچہ پڑ رہا تھا۔ واپس چلے آئے۔ یہ بے چاری فورت جنگل میں کہاں سے کہاں

نکل گئی۔ کسی گاؤں میں پہنچی۔ وہاں سے کسی طرح بنگلور آئی۔ بنگلور سے اس نے ہمیں تار دیا — آج ہی ہم اس کو لے کر آرہے ہیں — ابھی تو سب باتیں پوچھی بھی نہیں ہیں میں نے اس سے — مگر بے چاری کی جان بچ گئی — خدا کا شکر ہے۔ بے چاری آزاد رضا نے کیا کیا مصیبتیں دیکھی ہیں قاضی صاحب!"
پولیس انسپکٹر نے کہا۔

"کورگ کی پولیس نے یہاں کی پولیس سے مزید تحقیقات کے لئے رپورٹ طلب کی ہے۔ خیر، اب تو سب ٹھیک ہوگیا، مگر میں مس آزاد رضا کا بیان اس بارے میں خود قلم بند کرکے جاؤں گا۔"
داؤد سیٹھ بولے

"دیکھئے بے چاری ابھی چند منٹ ہوئے ہوائی جہاز سے اتر کر یہاں آرہی ہے۔ کیسی کیسی تکلیفیں جھانکی ہیں بے چاری نے۔"
سیٹھ داؤد بار بار لفظ بے چاری پر زور دے کر اپنی پہلی غلطی کو مٹا ڈالنا چاہتے تھے — "اس وقت انہیں نہ چھیڑیئے — میری آپ سے استدعا ہے — آج شام کو یا کل سویرے۔"

"ٹھیک ہے... ٹھیک ہے..."
قاضی صاحب نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"میں کل صبح آؤں گا۔ اب تو خدا کے فضل سے وہ زندہ اور صحیح و سلامت گھر پہنچ چکی ہیں۔ اس امر کا بیان آپ تار کے ذریعے بھیج دیتا ہوں۔ باقی بیان تو سرسری نوعیت کا ہوگا۔ کل پہروں کسی وقت میں بھی بھیجا جا سکتا ہے۔"

" جی جی جی ــــ بالکل بجا فرمایا آپ نے "۔ سیٹھ داؤد جلدی جلدی پانچ چھ بار سر ہلا کر انسپکٹر کی ہاں میں ہاں ملانے لگے۔ انسپکٹر اُٹھ کھڑا ہوا۔

باہر آ کر اس نے بڑے شگفتہ انداز میں جمنا سے ہاتھ ملایا اور انگریزی میں کہا۔

"Thank God you are safe"

جمنا نے کہا۔ "تھینک یو"۔

"تم تو خوب موٹے ہو رہے ہو!" جمنا نے ہنس کر کہا۔ گو دل ہی دل میں اسے ہرجیت کمار کی جسارت پر بڑا غصہ آیا تھا۔ مگر وہ چپ رہی۔

"مجھے ٹیلیگرام دے کر بلوا لیا ہوتا۔ میں بھی سب شوٹنگ کینسل کر کے تیرے پاس آجاتا۔"

"اب بلوا لوں گی۔" جمنا نے ٹالتے ہوئے کہا۔

"اب کیا بلواؤ گی۔" ہرجیت کمار اسے سر سے پاؤں تک دیکھتے ہوئے بولا۔ "پہلے سے اچھی ہو گئی ہو، بہت اچھی! میں آج رات کو آتا ہوں ـــــ چلو اب سیٹ پر چلیں۔" ہرجیت کمار نے جمنا کی کمر میں ہاتھ ڈال دیا۔

جمنا کو پھر بڑا غصہ آیا۔ مجھ سے نہ اجازت طلب کی نہ پوچھا، خود ہی کہہ دیا، میں آتا ہوں۔ ایسے کہا جیسے رات کو آنا روزمرہ کا معمول ہو۔ جمنا کو بہت عجیب سا لگا ـــــ مگر اس وقت کچھ کہنے کا موقع نہ تھا۔

پہلا شاٹ تیار تھا۔ ایک ڈاک بنگلہ کے باہر ہیرو کی گاڑی آ کے رکتی ہے۔ ہیروئن کا پاؤں زخمی ہے۔ ہیرو گاڑی سے ڈاک بنگلہ کے سامنے روک کر کار کا پٹ کھولتا ہے۔ گھوم کر دوسری طرف جاتا ہے۔ دوسرا پٹ کھول کر ہیروئن کو اپنے ہاتھوں میں اٹھا کر

ڈاک بنگلہ کے اندر لے جاتا ہے۔ بس اتنا ہی۔۔۔

"سبھاش!" ہرجیت کمار زور سے چلایا۔ "ڈائیلاگ کدھر ہیں؟"

سبھاش ڈائیلاگ لے کر بھاگا بھاگا ہرجیت کمار کے پاس آیا۔ سبھاش ایک اور ہیرو درشن کمار کا چھوٹا بھائی تھا اس لئے اسے اپنے بڑے بھائی کی وساطت سے بہت سی فلموں میں کام مل جاتا تھا۔

سبھاش نے ہیرو سے کہا

"تم بولے ہو۔۔۔ آؤ ہمارے سہارے چلو۔ یہ بول دی ہے نہیں میں خود چل سکتی ہوں"

"کب؟" جمنا نے حیران ہو کر کہا "اس شاٹ میں مجھے چلنا بھی پڑے گا مسٹر سبھاش؟"

سب لوگ ہنسنے لگے۔ لوگوں نے اسے آرادھنا کی شرارت پر محمول کیا۔ حالانکہ قصہ یہ تھا کہ جمنا نے واقعی حیرت سے پوچھا تھا۔ اسے معلوم نہیں تھا کہ سبھاش کس طرح کا ڈائیلاگ رائٹر ہے۔ کہ اس کے ڈائیلاگ لکھے ہوئے اور ہوتے ہیں اور بولے ہوئے کسی کی سمجھ میں نہیں آتے تھے۔ اس لئے یہ ڈائریکٹر اسے بہت پسند کرتے تھے کہ اس کے ڈائیلاگ کسی کی سمجھ میں نہیں آتے تھے وہ انھیں اپنی مرضی کے مطابق تبدیل کرتے رہتے تھے۔ فلم انڈسٹری میں ایسے رائٹروں کی بہت قدر ہے جن کی کہانی کا کوئی سر پیر نہ ہو۔ جن کا سکرین پلے ربڑ کی طرح کسی طرف بھی کھینچا جا سکے اور ان کے

مکالمے کسی کی سمجھ میں نہ آئیں۔ ایسے خوش قسمت لوگوں کو بہت کام ملتا ہے۔ سبھاش ایک بڑے ہیرو کا بھائی ہونے کے علاوہ یہ خوبی بھی رکھتا تھا کہ وہ اپنی زبان سے بہت سے حرف نہیں بول سکتا تھا۔ وہ "چ" کو "ج" بولتا تھا اور "ر۔ ڑ" کی جگہ واؤ کا استعمال کرتا تھا اور بیچ بیچ میں اپنی گفتگو میں بلا ضرورت نون غنّہ لگاتا جاتا تھا۔ اس لئے اس نے ہیرو کے ڈائیلاگ "آؤ میرے سہارے چلو" کو آؤ بے اے سہائے جلو کہا اور ہیروئن کو بھی چلنے کا حکم دے دیا۔ سب اس کے ڈائیلاگ کا مذاق اڑاتے تھے۔ اس لئے خوش قسمتی سے لوگوں نے بھی یہی سمجھا کہ جمنا بھی اس کا روز کی طرح مذاق اڑا رہی ہے۔

"آگے کیا ڈائیلاگ ہے؟" ہرجیت کمار نے جمنا کی طرف آنکھ مار کے سبھاش سے پوچھا۔

سبھاش نے جلدی جلدی اپنے رجسٹر کا ورق الٹا۔ بولا۔

"تم کچن میں جاتے ہو۔ کک سے کہتے ہو — بیا — بیا.... جلدی سے جلدی ادنی پکاؤ۔ نہیں تو مائے کے سوئی بنا دوں گا۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب ہے" سبھاش نے پھر ہر ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا "بیا بیا — جلدی جلدی ادنی پکاؤ نہیں تو مائے مائے کے سوئی بنا دوں گا۔"

ڈائریکٹر نے کہا "سمجھ گیا، سبھاش کہتا ہے — بیرا، بیرا،

جلدی جلدی روٹی پکاؤ۔ نہیں تو مار مار کے سوُ رنبا دوں گا۔"

" O, Kay " سبھاش خوشی سے سر ہلاکے بولا "کوایکٹ بالکل کوایکٹ" (Correct)

پھر سب زور سے ہنسے۔ ہرجیت کمار نے سبھاش کو کان سے پکڑ کر کہا "ابے اپنے بڑے بھائی کو دعائیں دے۔ بیا بیا لکھنے کے پچیس ہزار تم کو دلواتا ہے۔"

سبھاش ہنس کر بولا "تم بھی تو کیلکیُ پلنگ (گریگری پیک) کی نقل کے دش لاکھ لیتے ہو۔"

ہرجیت کمار نے سبھاش کے ایک زور کا دھپ دیا اور شاٹ شروع کرانے کے لئے کار میں بیٹھ گیا۔ ہنستا ہوا۔

پہلا شاٹ تو خیر بہت ہی معمولی تھا اور اس میں جمنا کی پیٹھ کیمرہ کی طرف تھی، اس لئے بغیر کسی دقت کے یہ شاٹ ہو گیا۔ دوسرے شاٹ میں کیمرہ جمنا کے چہرے پر تھا۔ اور شاٹ میں ہیرو اصرار کرتا ہے کہ وہ خود زخمی ہیروئن کو اپنی بانہوں میں اٹھا کے ڈاک بنگلہ کی طرف لے جائے گا۔ اس پر ہیروئن مسکرا کر کہتی ہے۔

" ارے کیا ڈائیلاگ ہیں سبھاش؟ " فلم ڈائریکٹر زور سے چلّایا "آکے آرادھنا کو بتاؤ"۔

سبھاش نے قریب آکے رجسٹر کھولا۔ اپنی بڑی بڑی احمقانہ نگاہیں جمنا پر ڈال کر کہنے لگا۔

" تم بولدی ہو۔ جیوُئے جست کا اینگا سوئے پوئے "

" کیا؟ " جمنا نے حیران ہو کر پوچھا۔

"جیوتے جست کا ایکا سوئے ہوئے"
جمنا نے ہتھیار ڈال دیئے۔ بولی
"بالکل سمجھ میں نہیں آیا"
فلم ڈائریکٹر نے مسکرا کر کہا۔ "یہ کہتا ہے —— زبردست کا ٹھینگا سر پر —— (اور یہی) آپ کا ڈائیلاگ ہے"
"ہاں" سبھاش نے سر ہلا کر کہا۔ "جیوتے جست کا ایکا سوئے ہوئے"

یہ شاٹ بھی ٹھیک ہو گیا۔ بہت عمدہ تو نہیں ہوا مگر ٹھیک ہو گیا۔ مگر اس کے بعد تین چار شاٹ جمنا نے ایسے عمدہ دیئے، اتنی اچھی اداکاری کے جوہر دکھائے، کہ خود ہرجیت کمار جو فلم انڈسٹری کا بہت بڑا ہیرو تھا اور آرادھنا کے ساتھ چھ فلموں میں کام کر چکا تھا، حیران رہ گیا اور اس کی پیٹھ تھپکتے ہوئے بولا۔
"ارے کیا ہو گیا ہے تمہیں؟ —— بنگلور سے تم پہلے سے زیادہ خوبصورت ہو کے آئی ہو، اور پہلے سے بہتر اداکاری بھی کرنے لگی ہو، سچ سچ بتاؤ، کہاں گئی تھی تم! بنگلور کہ ہالی وڈ..."
داؤد ملکرانی اور سندر سیں جانی بھی دونوں اس موقع پر موجود تھے۔ بالعموم وہ سیٹ پر نہیں آتے تھے! یہ دیکھنے کے لئے کہ جمنا شوٹنگ کرتے میں کامیاب بھی رہتی ہے کہ نہیں۔ جمنا کا کام دیکھ کر انھوں نے پہلی بار گہرے اطمینان کا سانس لیا۔ اب ان کی پکچر بچ گئی

تھی۔ ان کا لاکھوں کا سرمایہ بچ گیا تھا، اور وہ خود تباہ و برباد ہونے سے بچ گئے تھے۔

پانچویں شاٹ میں ہیرو اور ہیروئن کو بولنا نہیں تھا۔ اس شاٹ میں ہیرو ڈاک بنگلہ کے باہر کی سیڑھیوں پر چڑھ کر ہیروئن کو ایک لمحہ کے لئے اپنی بانہوں سے اتارکر ڈاک بنگلہ کا دروازہ کھولتا ہے اور پھر ہیروئن کو اٹھا کر اسے دروازہ کے دوسری طرف لے جاتا ہے۔

یہ شاٹ بھی کامیابی سے ہوا۔ ہیرو جب شاٹ دے کر جمنا کو اپنی بانہوں میں اٹھائے ہوئے سیٹ کے دوسری طرف لے گیا۔ جہاں اندھیرا تھا۔ تو اسے زور سے اپنے سینے سے بھینچ کر اس کا بوسہ لے کر بولا۔

"کتنی پیاری ہوتی چلی جا رہی ہو ــــ آج رات کو آرہا ہوں۔ کہیں جانا مت!"

وہ جمنا کو اپنی بانہوں میں اٹھائے اٹھائے دروازہ سے واپس باہر آیا اور میک اپ مین جلدی سے جمنا کا لپ اسٹک ٹھیک کرنے لگا۔ مارے غصّے کے جمنا کے گال تمتما رہے تھے اور اس کی پلکیں اس کے رخساروں پر گری پڑی تھیں۔ مگر وہ منہ سے کچھ نہ بولی۔

شام تک جمنا نے اپنی قدرتی اداکاری کا سکہ سب پر جما دیا۔ ہیرو بھی حیران ہو کے بولا۔

"آج مجھے تو ایسا لگتا ہے، جیسے ایک نئی آرادھنا کا جنم ہوا ہے۔"

فلم ڈائریکٹر بھی بہت خوش تھا ــــ جمنا سے ہاتھ ملاتے ہوئے بولا۔ "اس سے پہلے بھی مجھے آپ کا کام بہت پسند تھا ــــ مگر یہ ــــ

یہ — چیز ہی دوسری ہے — معلوم ہوتا ہے آپ نے اپنی ایکٹنگ کا سٹائل ایک دم بدل دیا ہے "

" بُرا تو نہیں لگتا ؟" جمنا نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

"ارے نہیں" فلم ڈائریکٹر نے جمنا کا ہاتھ زور سے دباتے ہوئے کہا۔ "سُپرب ایکٹنگ !" پھر آہستہ سے اس کے کان میں بولا۔ " رات کو آتا ہوں !"

جب پیک اپ ہو گیا تو سندر بس جانی نے جمنا کو گلے سے لگا لیا۔ مارولس ایکٹنگ ... Marvellus سیمپلی مارولس... وہ کیمرہ مین بالکل ٹھیک بولا۔ آج ایک نئی آرادھنا کا جنم ہوا ہے۔ اب تم سے دو ایک اور تصویروں کا کنٹریکٹ کرنا پڑے گا — " رات کو آتا ہوں !"

"آیئے —" جمنا مسکرا کر بولی۔ "ہیرو بھی آ رہا ہے، فلم ڈائریکٹر بھی آ رہا ہے۔ آپ تو آ ہی رہے ہیں۔ کیمرہ مین کو بھی ساتھ لیتے آیئے —"

سندر بس جانی قہقہہ لگا کے ہنس پڑا۔

" Swines "

" سوائن کہنے سے کام نہیں چلے گا " جمنا اکدم سنجیدہ ہو کر بولی۔ " بتایئے میں کیا کروں ؟ "

" وہی کرو، جو آرادھنا کرتی تھی "

"مجھے ــــ مجھے کیا معلوم آرادھنا کیا کرتی تھی؟"

"ایک کو دوسرے سے لڑاتی تھی اور اپنا دامن بچاتی تھی ــــ مگر ہر جیت کمار سے بچنا مشکل ہے ــــ اس کا اور آرادھنا کا عشق تو سارے ملک میں مشہور رہے۔"

"ہوگا ــــ لیکن اگر اس نے اب تجھے ہاتھ لگایا تو میں اس کی جان لے لوں گی۔" جمنا یکایک بھڑک کر بولی۔

سندر لیس بھائی نے حیرت سے جمنا کی طرف دیکھا۔

"تمھیں حیرت ہو رہی ہوگی۔ ایک بڈی ایسی بات کہہ رہی ہے۔ مگر سنو مسٹر جانی! ــــ اس عمر میں تم جو کچھ کیا مجبور ہو کے کیا۔ اس کم بخت پیٹ کے دوزخ کو بھرنے کے لیے کیا ــــ اب کیوں کروں؟"

"کیا فرق پڑتا ہے؟" سندر بولا۔ "اس وقت داؤ چھوٹا تھا، دو ٹائم کی روٹی ــــ اب داؤ بڑا ہے، دو لاکھ یا دس لاکھ ــــ اور بڑے داؤ کی مجبوری بھی بڑی ہوتی ہے۔ بڑے مجبور کے ساتھ کام کرنے سے بڑی تصویریں اور بڑے کنٹریکٹ ملتے ہیں ــــ یہ مت بھولو۔"

"اب میں عزت والی ہوں، عزت سے رہنا چاہتی ہوں۔"

"اس عزت کی ٹوپی میں نے تم کو پہنائی ہے۔ میں چاہوں تو تمھاری عزت اتار بھی سکتا ہوں۔ تمھیں ہمارے کہنے پہ چلنا ہوگا۔"

سٹوڈیو سے آتے وقت جنا کی گاڑی میں صرف میں اس کے ساتھ تھا۔ مجھے اب تک اس سے بات چیت کرنے کا موقع نہ ملا تھا۔ مگر اس کی غیر معمولی اداکاری دیکھ کر اور یہ سوچ کر کہ آج پہلی بار وہ سیٹ پر کیمرہ کے سامنے آئی ہے اور اس نے اتنا اچھا کام کیا ہے۔ میرا دل اس کے لئے تعریفی جذبات سے بھرا ہوا تھا اور میں اسے وہ سب بتانا چاہتا تھا جو میں نے اس کی اداکاری دیکھ کر اس کے لئے سوچا تھا۔ گاڑی میں اسے اکیلے پاکر میں اس کی تعریفوں کے پل باندھنے لگا۔ واقعی میں اس کی اداکاری سے بے حد متاثر ہوا تھا۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ یہ ــــ جنا ــــ فٹ پاتھ پر رہنے والی ایسی بے مثل اداکاری کا مظاہرہ کرے گی۔

"ایسا لگتا ہے جیسے تم نے برسوں ہالی وڈ کی ٹریننگ حاصل کی ہے۔"

"تم اس قدر تلخ اور اداس کیوں ہو؟ --- آج تو تمہیں خوش ہونا چاہیے۔"

"گھر چل کر بتاؤں گی۔"

جب گھر پہنچ کر اس نے مجھے بتایا تو مجھے مطلق کوئی حیرانی نہیں ہوئی۔ میں نے آہستہ سے اپنی آنکھیں بند کرلیں اور صوفہ میں خوب اچھی طرح سے دھنس گیا۔ اور جب میں نے اپنی آنکھیں بند کرلیں تو میرے چاروں طرف تاریکی چھانے لگی اور تتلیوں کی طرح الفاظ میری بند آنکھوں کے سامنے ناچنے لگے۔ تہذیب، کلچر، شرافت، عزتِ نفس یہ لفظ کہاں سے آتے ہیں۔ کیا یہ لفظ روپے کے ساتھ

بندھے ہوئے ہیں کہ ان کی الگ بھی کوئی ہستی ہے، کوئی الگ
کردار بھی ہے۔ کہیں پر کوئی ایسی ٹکسال ہے جہاں جو جس طرح
کھرے اور کھوٹے سکّوں اور نقلی اور اصلی نوٹوں کا فرق بتاتی
ہے۔ اس طرح سے وہ اصلی اور نقلی تہذیب، کھرے اور کھوٹے
کلچر، سچی اور جھوٹی شرافت اور عزّت کا بھید بھی بتا سکے؟ یہ سب
لفظ اور شکلیں، قدریں اور قیمتیں روپیے کے ساتھ ساتھ گری لگی
کیوں ناچتی ہیں جیسے ان لفظوں سے معنی نکل گئے ہوں، اور اب
یہ سب بے مغز بیجوانوں کی طرح بے سوچے سمجھے روپیے کے اکسترا
پر ایک بے معنی ٹوسٹ ناچ رہے ہوں۔ دنیا کو یہ لفظ واپس کب
ملیں گے؟ اور میں جو ایک ادیب ہوں، جسے لفظ بہت پسند ہیں۔
اپنی بند آنکھوں کے اندھیرے میں ہاتھ پھیلا پھیلا کر ان لفظوں کو پکڑنے
کی کوشش کرتا ہوں۔ مگر یہ اڑتے مڑتے ٹیڑھے میڑھے سائے کی
طرح بھاگتے ہوئے میرے ہاتھوں کی گرفت سے باہر نکل کر کہیں چھپ جاتے
ہیں اور میری مٹھی میں صرف اندھیرا رہ جاتا ہے اور میں پوچھتا ہوں
اپنے آپ سے کہاں چلے گئے ہیں یہ لفظ — اور اگر یہ لفظ اس منڈی
دنیا کے ہنگاموں سے تنگ آکر کسی دور کی وادی کو نکل گئے ہوں کسی
کے جزیرے میں پڑے ہوئے ہیں تو آؤ — ہم چل کے انھیں جگا دیں۔ ان
کی مدھم میٹھی نازنین آوازوں سے پیار کریں۔ انھیں اپنے سینے سے لگا
منا لیں اور واپس اسی دنیا میں لے آئیں کیونکہ یہ دنیا ان لفظوں کے
بغیر بہت سونی ہے... بہت سونی ہے...!

اسکو، تانتیا اور عبدل کو میں نے بنچ کنیڈی کے فلیٹ سے ٹیلی فون کیا، بلکہ ٹیلیفون کر کے بلوا لیا۔ تاکہ اس سنگین معاملہ پر سنجیدگی سے سوچ بچار کرنے کی بجائے گرماگرمی سے حل کیا جائے۔ اکثر اوقات میں نے دیکھا ہے کہ جو معاملہ گہرے سوچ بچار سے حل نہیں ہوتا وہ ہنگامہ سے ہو جاتا ہے، یا کسی انتہائی احمقانہ حرکت سے۔ مجھے پاسکو سے پوری امید تھی، کہ وہ کوئی ایسی ہی احمقانہ تدبیر پر عمل کرنا بتائے گا۔

ان کو ٹیلی فون کر کے میں نے ریسیور رکھا ہی تھا، کہ اتنے میں ٹیلیفون کی گھنٹی بجی۔

"ہیلو" میں نے پوچھا۔

"ہیلو — تم کون ہو؟" اُدھر سے کسی نے پوچھا۔

"میں — مس آرادھنا کا سکریٹری ہوں"

"تو جلدی سے مس آرادھنا کو ٹیلیفون دو"

"آپ کون ہیں؟"

"تم نئے سکریٹری معلوم ہوتے ہو" ادھر سے کسی نے کہا "میری
واز نہیں پہچانتے؟"

"واقعی میں نیا سکریٹری ہوں" میں نے کہا۔

"تو پہلے اپنا نام بتاؤ ـــــ سکریٹری صاحب!"

"میرا نام ماسٹر ہے"

"کون ماسٹر؟"

"پینٹ ماسٹر"

"کیا پتلون میں سیتے ہو؟" اُدھر سے کوئی کہہ کر ہنسا۔

"جی نہیں ـــــ نام ہی ایسا ہے"

"اچھا تو پینٹ ماسٹر ـــــ آر ادھنا سے بولو ملّی کا ٹیلی فون ہے"

میں نے ریسیور پہ ہاتھ رکھ کر جمنا سے کہا۔

"کسی ٹمّی کا ٹیلی فون ہے"

"کون ٹمّی؟"

"میں کیا جانوں"

"تو پورا نام پوچھو"

"پورا نام بتایئے سرکار ـــــ میں نیا سکریٹری ہوں"

"ارے نئے سکریٹری کے بچے، حرامزادے، اُلّو کے پٹھے! اپنی
الکن سے بولو تیرے یار کا ٹیلی فون آیا ہے ـــــ ٹمّی کا!"

میں نے پھر ریسیور پہ ہاتھ رکھا۔

جمنا نے مجھ سے پوچھا

"کیا کہتا ہے؟"

"گالی دیتا ہے!"

"تم بھی اس کو گالی دو!"

میں نے ٹیلی فون پر کہا۔

"سیٹھ! تمی تو کسی کتے کا نام معلوم ہوتا ہے۔ اپنا پورا نام بتاؤ۔ نہیں تو ٹیلی فون بند کر دوں گا۔ ایسا میری مالکن کا حکم ہے!"

اس کے بعد وہ مجھے دو منٹ تک ٹیلیفون پر گالیاں دیتا رہا۔ آخر بولا۔

"پینٹ ماسٹر! اپنی مالکن کو بول دے سیٹھ تمکوری لال جوہری کا ٹیلیفون ہے، جس کی تین لاکھ کی جیولری ابھی بھی تیرے پاس پڑی ہوئی ہے۔ جس نے تجھ کو جیگوار کار پھوکٹ میں دی تھی۔ جس نے تیری ——" اس نے پھر ایک لمبی گالی دی ... میں نے ٹیلیفون جمنا کے ہاتھ میں جلدی سے دے دیا اور اسے جلدی جلدی بتایا، سیٹھ تمکوری لال جوہری ہے۔ آرادھنا کا بے تکلف دوست معلوم ہوتا ہے بڑی لمبی اور دور تک گالی دیتا ہے —— جس گاڑی میں تم آج بیٹھ کر سٹوڈیو گئی تھیں اسی کی دی ہوئی ہے۔

"ہیلو تمی ڈارلنگ!" جمنا نے آواز میں اٹھلاہٹ پیدا کرتے ہوئے کہا۔

"ہیلو رڈی!"

"رڈی؟ —— رڈی کون؟ —— کس کو تم رڈی کہتے ہو؟" جمنا نے خفا ہو کر پوچھا۔

"تم کون بول رہی ہو؟" ادھر سے تمی غصہ سے بولا۔ "آرادھنا

کو بھیجو، میں ٹھمّی ہوں، اپنی مالکن سے بولو۔"

"میں مالکن ہی بول رہی ہوں میرے ٹمنوٹنے!"

"یہ ٹمنوٹنے کیوں؟"

"تم اگر مجھے آرادھنا سے رُدّی کہوگے تو میں ٹمنوٹنے نہ کہوں؟"

"آج تم کیسی بہکی بہکی باتیں کر رہی ہو۔ بنگلور سے آتے آتے کیا دماغ بھی خراب ہو گیا۔ پانچ سال سے تم مجھے ٹھمّی کہہ رہی ہو۔ آج ٹمنوٹنے... کیوں؟"

"بس جی چاہا۔"

"میں کہہ رہا ہوں یہ کیا حرکت ہے؟ اپنے منگیتر کے ساتھ کوئی اس طرح کا سلوک کرتا ہے ــــ کورگ شوٹنگ پر گئیں، مجھے ایک خط نہیں لکھا ــــ بنگلور اتنا عرصہ رہیں، مجھے ایک خط نہیں لکھا ــــ ٹھیک ہے دنیا کو ہماری منگنی کا علم نہیں ہے، مگر کیا تمھیں بھی میرے دل کی حالت معلوم نہیں ہے۔"

جمنا نے ریسیور پر ہاتھ رکھ کر مجھے بتایا۔

"آرادھنا نے ٹھمّی سے خفیہ منگنی کر رکھی ہے۔"

پھر ریسیور میں بولی۔

"معلوم ہے دلبر۔"

"معلوم ہے ــــ تو پھر اب تک کیوں ٹیلیفون نہیں کیا، اپنی آمد کی اطلاع تک نہیں دی۔ ایک ایسا نیا احمق سکریٹری رکھ لیا، جسے بات کرنے اور گالی سننے کی تمیز تک نہیں۔"

"تو گالی مت دیا کرو!"

"گالی تو میں اپنے باپ تک کو دیتا ہوں"
"خیر، باپ کو دو تو ایک حد تک درست بھی ہے، اس نے تمہیں پیدا کیا..."
جمنا زور سے ہنسی۔ ٹمی اُسے ٹیلیفون پر گالیاں دینے لگا، جمنا ہنستی رہی۔ جب ٹمی کا غصہ ٹھنڈا ہوا تو بولا۔
"میں رات کو کار لے کر آتا ہوں"
"کہاں جائیں گے؟"
"پوائی جائیں گے — پوائی لیک پر میں نے تمہارے لئے نیا ہاؤس بوٹ بنوایا ہے، تین بیڈ روم کا — ہاؤس بوٹ دیکھو گی تو یورپ کے باٹ بھول جاؤ گی"
"اچھا؟"
"ہاں — چلو گی ناں — رات کو وہیں رہیں گے، کبھی مچھلی کا شکار کریں گے کبھی تمہارا"
وہ ایک گندی ہنسی ہنسا۔ جمنا نے بے اختیار ٹیلی فون پر ہاتھ رکھ کر مجھ سے کہا۔
"بہت ہی بے ہودہ آدمی معلوم ہوتا ہے"
جمنا نے پھر ریسیور میں کہا۔
"ڈارلنگ آج نہیں — آج میں بہت تھکی ہوئی ابھی شوٹنگ سے واپس آرہی ہوں"
"تو کل؟"
"کل بھی نہیں — دس دن تک تو روز شوٹنگ ہے۔ دس دن

کے بعد چلیں گے۔ او کے۔"

"نہیں" وہ غصّہ سے بولا "شوٹنگ کیا پہلے نہیں ہوتی تھی، اب کیا نئی ہونے لگی ہے تمہارے لیے۔ بنگلور سے آتے ہی کیا تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے" پھر اکدم لہجہ نرم کر کے بولا "سویٹ ہارٹ، ایسا گلو بند بنوایا ہے میں نے تمہارے لیے، خالص پکھراج کا ... کل آجاؤں ؟"

"اچھا کل آنا" جمنا نے تھکی ہوئی آواز میں کہا "مگر ٹیلی فون کر کے آنا"

اس نے ٹیلی فون رکھ دیا، کہ اتنے میں پھر ٹیلی فون کی گھنٹی بجی میں نے ٹیلیفون اٹھایا۔

"ہیلو — کون صاحب ہیں ؟"

اُدھر سے کسی نے انتہائی روغنی آواز میں پوچھا

"آپ مس آرادھنا کے پھلاٹ سے بولتے ہیں جی !"

"ہاں جی — پر آپ کون ہیں ؟"

"ہم سیٹھ ایمن چند کے منیم ہیں — پیٹو مل !"

"بولو — بھیرو مل جی !"

ادھر سے اس نے پھر پوچھا

"تو آپ مس آرادھنا کے پھلاٹ سے بولتے ہیں نا ؟"

"جی ... جی ... فرمایئے"

"پھر مانا کیا ہے جی ... سیٹھ جی نے بولا ہے کہ مس آرادھنا کو بولو، آج رات کے بارہ بجے تیار رہے — تلسی لیک جانے کا ہے"

"تلسی لیک کیوں جانے کا ہے؟"

"اُدھر ایک پالی ٹے ہے"

میں نے ریسیور پہ ہاتھ رکھ کر جمنا سے کہا

"کسی سیٹھ امین چند کے نیم پھیرو مل کا ٹیلی فون ہے — بولتے ہیں آج رات کو بارہ بجے وہ تمھیں تلسی لیک لے کے جائیں گے — پارٹی ہے!"

"پوچھو، یہ سیٹھ امین چند ہیں کون؟"

اے شریمان پھیرو مل جی!" میں نے بلایا۔

"ہاں جی" وہ بولے۔

"دیکھیے جی — بُرا مت ماننا جی — میں مس آرادھنا کا نیا سکریٹری ہوں۔ مجھ کو معلوم نہیں ہے — آپ کے سیٹھ کون ہیں، ذرا اتہ پتہ دیو جی!"

"اجی مس آرادھنا کو تم بولو کہ اس سیٹھ امین چند کے نیم پھیرو مل کا ٹیلی فون ہے جی — جنھوں نے جی پچھلے سال انکم ٹیکس بھرنے کے واسطے مس آرادھنا کو ڈیڑھ لاکھ روپیہ دیا تھا، اور ایک لاکھ روپیہ کا پھر نیچر لگایا تھا — ڈائنگ روم میں — سمجھ گئے جی!"

"سمجھ گیا جی"

"تو پھر بول دو نا آرادھنا کو جی"

"بولتا ہوں جی — یہ پارٹی میں اور کون کون لوگ ہوں گے؟"

"سب اپنے لوگ ہیں جی — سیٹھ عطر چند حلوائی، مٹھائی والے،

سیٹھ بھیمر اڑی داس ایلومینیم والے، سیٹھ کا کی رام سٹین لیس سٹیل والے "Stainless Steel" سیٹھ پیارا لال گرنا سلیٹ والے۔ ... اور ان کے ساتھ ان کی وہ بھی ہوں گی"

"وہ بھی ہوں گی جی؟"

"ہاں جی ___ وہ تو ہوں گی جی"

"یعنی ان کی بیویاں ہوں گی؟"

"بی بیاں نہیں جی" منیجر جی کی کھرکھراتی ہنسی ٹیلی فون پہ سنائی دی۔ "بی بیاں تو گھر پہ رہیں گی، بے بیاں جائیں گی۔ بی بی نہیں بے بی جاتی ہے باہر ___ سمجھ گئے سکریٹری ساب؟"

"اچھا جی ___ میں بولتا ہوں"

میں نے جمنا کو بولا۔ وہ بولی

"بول دو سر میں درد ہے۔ کل ٹیلی فون کریں"

میں نے ٹیلی فون پہ بات ختم کر کے ٹیلی فون رکھا ہی تھا، کہ اتنے میں باسکو، تانتیا اور عبدل آ گئے۔ پانچ لوفر پھر اکٹھے ہو گئے۔ انھیں ہر جیت کمار والا قصّہ بتایا گیا ___ اور رات کو آنے والے مہمانوں سے آگاہ کیا گیا۔

باسکو نے آستین چڑھا کر کہا۔

"جو بھی آئے گا اس کی پٹائی ہو گی"

تانتیا بولا

"دیکھنے میں کمزور لگتا ہوں مگر جوڈو کا ماہر ہوں، اپنے سے تگنے آدمی کو اٹھا کر پٹخ سکتا ہوں"

"تو اس دن بس کے ایکسیڈنٹ میں تمہارا جوڑو کدھر گیا تھا؟" باسکو نے ہنس کر پوچھا۔ "لوگوں نے مار مار کر بنٹا دھار کر دیا ــــ"

"اب سو پچاس آدمی مل کر پٹائی کریں گے تو سالا ایک جیب کترا کیا کرے گا۔ جان بچا کر بھاگ نکلا یہی بہت ہے۔"

"ہاں ہے تو سہی"۔ عبدل نے سر ہلایا۔ "ایسے ٹیم میں جان بچانا بھی مشکل ہوتا ہے۔"

باسکو اور تانتیا عبدل کے ساتھ مل کر ریہرسل کرنے لگے کہ وہ کیسے ہر جیت کمار کی پٹائی کریں گے، کیسے فلم ڈائریکٹر کی، ان کی ریہرسل اتنی مزیدار تھی کہ ہنستے ہنستے جمنا کی سانس پھولنے لگی۔

اتنے میں پھر ایک ٹیلی فون آیا۔ بڑھ کے جمنا نے ٹیلی فون کا ریسیور اٹھا لیا۔ اس وقت وہ انتہائی شرارت کے موڈ میں معلوم ہوتی تھی۔ میں نے کبھی اسے اتنا چنچل نہ دیکھا تھا۔

"ہیلو جی ــــ کون ہیں آپ؟"

"آرادھنا؟" اُدھر سے کسی نے باریک آواز میں پوچھا۔

"ہاں" جمنا بولی "اور آپ؟"

"میں جمنا ہوں"

"کون جمنا؟" جمنا نے گھبرا کر پوچھا۔

"جمنا پرساد ــــ سیٹھ مرلی دھر کا بیٹا"

آواز باریک اور پتلی تھی جیسے کسی لڑکی کی ہوتی ہے یا کسی نوعمر لڑکے کی ــــ خیر، جب اُدھر والے نے اپنا نام بتایا تو جمنا کی

جان میں جان آئی۔

"او — ہیلو! — جمنا — کہو کیسے ہو؟"

"ٹھیک ہوں!" جمنا پرساد نے مری ہوئی آواز میں کہا۔ "پتاجی نے مجھے الٹی میٹم دے دیا ہے یا تو ایک مہینے میں شادی کرلو نہیں تو وہ مجھے گھر سے نکال دیں گے۔

"تو شادی کرلو جی"

"کیسے کروں؟ شادی تو مجھے تمہارے سنگ کرنی ہے"

"میرے سنگ؟"

"ہاں — بھول گئیں اپنا وعدہ؟"

جمنا پرساد کے لہجے میں گہرا شکوہ تھا۔

"ابھی چھ مہینے نہیں ہوئے میں نے تیری انگلی میں سوا لاکھ کی انگوٹھی پہنائی تھی اور تو نے میرے سنگ شادی کا وعدہ کیا تھا۔ یاد ہے؟"

"یاد تو ہے، مگر اب تمہارے پتاجی تمہاری شادی کسی دوسرے کے سنگ کر رہے ہیں تو میں کیسے بول سکتی ہوں، میں ہندوستانی عورت ہوں، گھٹ گھٹ کے مرجاؤں گی۔ اپنی محبت کا گلا گھونٹ ڈالوں گی راتوں کی تنہائیوں میں تم کو یاد کروں گی مگر شکایت کا ایک حرف زبان پر نہیں لاؤں گی۔ الوداع میرے پیارے!"

جمنا نے بے حد ڈرامائی انداز میں کہا۔ بڑی مشکل سے وہ اپنی ہنسی روک رہی تھی۔

"ایسا مت کہو ڈارلنگ!" وہ باریک آواز بھی ادھر سے

مرے ہوئے لہجہ میں بولنے لگی "میں نے بھی تم کو وچن دیا ہے شادی کروں گا تو تیرے سنگ — اگر تو ملنے تو میں اپنے باپ کا گھر چھوڑ کر ایک سوٹ کیس لے کر تیرے گھر آجاتا ہوں — مجھ کو نہیں چاہیئے اپنے کروڑ پتی باپ کی دولت — مجھ کو تو آرادھنا چاہیئے"

"نہیں ڈارلنگ! ایسا مت کرو، میرا دل ٹوٹ جائے تو ٹوٹ جائے مگر اپنے ماں باپ کا دل مت توڑو۔ ایسے میں باپ کا بھار میں اپنے سر نہیں لے سکتی — میں خود غم کھالوں گی۔ دن رات شوٹنگ کرتے کرتے اپنے آپ کو ختم کر ڈالوں گی۔ تمہاری یادیں اپنی ہستی مٹا ڈالوں گی۔ مگر تم کو کبھی تمہارے ماں باپ کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہ کرنے دوں گی — الوداع! — میرے پیارے جمنا پرساد... مجھے بھول جانا..."

"مگر وہ — سوا لاکھ کی انگوٹھی؟"

"اسے بھی بھول جاؤ ڈارلنگ — ایک دن میں نے نہاتے سمے باتھ روم میں اسے انگلی سے اتار کر رکھ دیا تھا۔ پھر وہ مجھے نہیں ملی — شاید بیٹ کی نالی میں گر گئی — ہماری تمہاری محبت کی نشانی بھی کھو گئی — ہو سکے تو ایک ایسی ہی انگوٹھی مجھے اور بھیج دو۔ اسے دیکھ دیکھ کر تمہاری یاد اور اپنا غم تازہ کر لیا کروں گی!"

"اب کے ادھر ہی سے اس نے ٹیلیفون بند کر دیا۔

جمنا ہنستے ہنستے دوہری ہو گئی۔ اور جب اس نے پورا قصہ سنایا تو ہم سب قہقہہ مار کے ہنسنے لگے۔

ٹہلتے ٹہلتے جمانے تپائی پر رکھے ہوئے فروٹ بول میں سے انگور کا ایک چھوٹا سا خوشہ اٹھا لیا اور اسے ہاتھ میں آہستہ سے جھلاتے ہوئے اس سے انگور کے دانے توڑ توڑ کر کھاتے ہوئے وہ ایک دیوار گیر آئینہ کے سامنے جا کھڑی ہوئی اور آئینے میں اپنے آپ کو دیکھنے لگی کبھی انگور کا گچھا جھلاتی، کبھی اس سے دانے توڑ توڑ کر اپنے آپ کو کھاتے ہوئے دیکھتی، کبھی انگور کے گچھے کو اپنے کانوں کے پاس لے جا کر اسے ایک آویزے کی طرح جھلاتی۔ پھر بہت دیر تک اپنے آپ کو آئینے میں غور سے دیکھتے ہوئے ایک تلخ سی مسکراہٹ اپنے ہونٹوں پہ لا کر آئینہ کے عکس کو مخاطب کر کے بولی۔

"مس آرادھنا تم بھی دوسری جمنا ہو! ——— مگر تمہیں اس کی ضرورت کیا تھی!"

اس نے ایک گہرا سانس لیا اور پھر تیزی سے ٹہلنا چھوڑ کر اپنے بیڈ روم میں گھس گئی اور دروازہ اندر سے بند کر لیا اور پھر ڈنر تک باہر نہیں نکلی۔

ڈنر کے وقت کوئی نہیں آیا۔ اس لئے ہم پانچوں لوفروں نے مل کر بڑے مزے سے ڈنر کھایا۔ پھر کافی پی۔ پھر ڈرائنگ روم میں اٹھ گئے۔ اتنے میں باہر کی گھنٹی بجی۔

باسکو نے اپنی آستینیں چڑھاتے ہوئے کہا۔

"آ گیا شکار!"

مگر باسکو کو بڑی مایوسی ہوئی۔ شکار نہ تھا سیٹھ تھے یعنی شکاری۔ داؤد سیٹھ اور سندر سیٹھ۔ دونوں اکٹھے آئے تھے۔ دونوں کے چہرے بے حد سنجیدہ تھے۔

باسکو نے انھیں دیکھتے ہی غرا کر کہا۔

"جو اَمارا جمنا کو بُری آنکھ سے دیکھے گا ہم اس پا سڑا ڈ کا مگج پھوڑ دے گا۔ ہم فٹ پاتھ کا رہنے والا ہے کوئی ایسا ویسا نہیں ہے۔"

"ابے تم فٹ پاتھ والے کا بھی کوئی عزت ہیں عزت ہے۔" داؤد سیٹھ نے غصہ سے کہا۔

"ہم دیکھ لیا۔ سب دیکھ لیا۔" انتیا بولا "ہم فٹ پاتھ والا دل میں تم سے جیادہ عزت رکھتا ہے۔ اور ہم یہ بھی دیکھ لیا کہ تمہارے میں اور امارے میں کوئی فرق نہیں ہے۔ فرق کھالی اتنا ہے کہ تم بڑا کام کرتا ہے اَم چھوٹا کام کرتا ہے۔ اور کوئی فرق نہیں۔۔۔"

"دیکھو ــــ ہم کوئی گڑبڑ نہیں مانگتا۔" داؤد سیٹھ نے سختی سے کہا۔

"ہم کوئی گڑبڑ نہیں کرے گا۔ پر ہمارا جمنا کے سنگ بھی کوئی گڑبڑ نہیں ہونے دے گا۔" باسکو نے اتنی سختی سے جواب دیا۔

"کوئی گڑبڑ نہیں ہوگا۔" سندر سیٹھ جانی بولا "ہم نے ہربنس کا کو فون پہ بول دیا ہے۔ آپا دھنا کا طبیعت ٹھیک نہیں ہے اس سے دماغ میں چکر آتا ہے اس کو سائیکولاجیکل ٹریٹ میں جلانا مانگتا۔"

"ہمارا جمنا سائیکل نہیں چلائے گا، موٹر میں بیٹھ کر جائے گا۔" باسکو بولا۔

"ابے ہم سائیکولاجیکل ٹریٹ کی بات کرتا ہے تم سائیکل بولتا

ہے۔ پہلے بات سمجھو پھر بات کرو ہم بولتا اے ایسا بات کرنے کا ہے کہ آرادھنا کو سائیکولاجیکل ٹربل ہے۔ ڈاکٹر لوگ نے اس کو تین ہفتہ رات کو Complete ریسٹ کرنے کو بولا ہے۔ ایسا کھسہ مشہور کرنے کا ہے۔ اس سے ایک تو اس کا لور (Lover) لوگ بھاگیں گا دوسرا اگر جمنا آرادھنا بن کر کوئی غلطی بھی کریں گا تو لوگ سائیکولاجیکل ٹربل سمجھ کر معافی دیں گا۔"

"کیا پائنٹ نکالا ہے سیٹھ نے!" باسکو نے سندریس جانی کی طرف تعریفی نگاہوں سے دیکھ کر کہا "کیا کس کے پائنٹ ٹھوکا ہے سیٹھ نے۔ جیسے چور کا رستہ دیوار پہ ہل نہیں سکتا۔"

"سب عاشق لوگ کا پاکٹ مار دیا ہے" تانتیا بھی مرعوب ہو کر کہنے لگا۔ پھر سندریس جانی کے گھٹنے چھو کر بولا "استاد! دو چار ایسے پائینٹ ہم کو بھی سکھا دو!"

سب ہنسنے لگے۔

صبح جب میں اس کے بیڈ روم کے اندر گیا تو جمنا اپنا شب خوابی کا شفاف لباس پہنے ہوئے، بال رُخ پر جھٹکائے ہوئے، بیڈ ٹی پیتے ہوئے بہت خاندانی لگ رہی تھی۔ کتنی جلدی اس نے اپنے آپ کو نئے ماحول میں ڈھال لیا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے سالہا سال سے نہیں جنم جنم سے وہ اسی ماحول کی عادی ہو۔ چائے پیتے پیتے جب اس کے لباس سے ریشمی چادر سرک گئی تو ان میں سے اس کی سڈول صندلی باہیں نکل آئیں۔ تب کتنی سوکھی باہیں تھیں اور اب کیسی گول سڈول ہری بھری باہیں ہیں۔ کلائیوں میں گدگدے پڑتے ہیں، رنگت سنہری نکل آئی ہے جیسے دھوپ کھل اٹھی ہو۔

"چائے اچھی نہیں ہے۔" جمنا نے منہ بنا کر دو تین گھونٹ پی کر پیالی چھوڑ دی اور ملازمہ کو نئی اور عمدہ والی گرم گرم چائے بنانے کے لئے ڈانٹ پلائی۔

جب ملازمہ سر جھکا کے چلی گئی تو جمنا نے بدن کھجاتے ہوئے ہونٹ لٹکا کر بڑی بے زاری سے کہا۔ "جانے رات کو بستر میں کیا چیز چبھتی رہی

ہے۔ سارا بدن چھل گیا ہے؟"

جمنا مجھے اپنی باہیں اور پیٹھ دکھانے لگی جہاں نیلے نیلے کئی نشان تھے۔ اتنے میں باسکو بھی آ گیا۔ جمنا بستر سے اٹھ کر ایک آرام کرسی پہ دراز ہو گئی۔ میں اور باسکو اس کا بستر دیکھنے لگے۔

یکایک باسکو کو نچلی چادر کے نیچے کوئی گول گول منکا سا ابھرتا محسوس ہوا۔ اس نے ہاتھ ڈال کر نیچے سے نکالا۔ یہ ایک موتی تھا، جو شاید جمنا کے کان کے جھمکے سے بستر پہ گر پڑا تھا اور رات بھر چبھتا رہا تھا۔

باسکو اس شفاف موتی کو اپنی ہتھیلی پہ رکھ کر جمنا کو دکھانے لگا۔

"سالی۔ کیسی فٹ پاتھ کے پتھر پہ رات بھر بدن گھسنے سے کچھ نہیں ہوتا تھا اور اب یہ سالا موتی تیرے بدن کو لگتا ہے؟ —— بلاڈی بچ!"

باسکو ہنسنے لگا۔ جمنا کچھ نیم آزردہ، نیم متبسم لہجہ میں بڑی ادا سے بولی "نہیں — سچ دیکھو۔ یہ نیلے نیلے نشان دیکھو!"

باسکو بولا "اچھا یہ نخرہ اسٹاپ کرو۔ شوٹنگ کے لئے جلدی ریڈی ہو جاؤ۔"

"ہائے" جمنا نے ایک انگڑائی لے کر کہا "ہائے! آج شوٹنگ کا موڈ نہیں ہے۔"

وہ اپنے نئے جسم کے خم دکھاتے ہوئے آہستہ آہستہ انگڑائی توڑنے لگی

"سالی ادھر سولھویں سڑک پہ تیرا موڈ کدھر جاتا تھا؟ ادھر تم کو اچھا اچھا لالٹ ملا تو نخرہ شروع کیا —— گٹ اپ"

باسکو نے جمنا کو بازو سے پکڑ کر آرام کرسی سے اٹھایا۔ "باتھ روم جاؤ۔ ایک گھنٹہ میں تیار ہو کے ادھر سے نکلے گا۔ شوٹنگ کے کام میں ایک منٹ کا دیری نہیں منگتا۔"

"ہاں، سبھی ہیروئن دیر سے جاتی ہیں۔" جمنا نے ٹھنکنا شروع کیا۔ "آں ... "

"یہ پانچ لوفروں کا فلم کمپنی ہے، اپنے فٹ پاتھ کی عزّت کا سوال ہے، ادھر سب کام ٹائم ٹو ٹائم ہوگا۔ ٹھیک ہوگا، فسٹ کلاس ہوگا۔ ہمارے کام میں کوئی چوری نہیں ہوگا، کوئی بے ایمانی نہیں ہوگا، کوئی کمپلین (Complaint) نہیں آئے گا۔ سمجھا جمنا بائی! ... سالا ہم لوفر ہے۔ کوئی بڑا ہیرو ہیروئن نہیں ہے کہ کسی کا ٹائم کھوٹی کرے گا۔ گٹ اپ۔"

ٹھیک پینتالیس منٹ میں جمنا تیار ہو کے گاڑی میں بیٹھ گئی۔ گاڑی چلی۔ گاڑی عبدل چلا رہا تھا۔ جب ریمنارڈ لیبارٹری کے پاس پہنچا تو گاڑی بند پڑ گئی۔ کسی طرح نہ چلی۔ چند منٹ تو ادھر اُدھر دیکھا، لیکن صبح کا ٹائم تھا، کوئی ٹیکسی خالی نہ دکھائی دیتی تھی باسکو بولا۔

"ورلی ناکے تک پیدل چلنا پڑے گا۔ وہاں سے ٹیکسی ملے گا۔"

باسکو نے گاڑی کا پٹ کھولا۔ جمنا آزردہ سی ہو کر گاڑی سے باہر نکلی۔ ہمارے ساتھ چلنے لگی۔ آدھا راستہ چل کر ہانپنے لگی۔

"تھک گئی ___ سچ ___ باسکو بہت تھک گئی۔"

"یہ سامنے ورلی ناکہ ہے۔" باسکو نے ہاتھ کے اشارہ سے بتایا۔

"اُدھر ٹیکسی ملے گی"

"کیا کریں، ہم سے چلا نہیں جاتا" جمنا نے قدم گھسیٹنا شروع کئے۔

"سالی۔ رات بھر سو تھوڑیں سڑک پر کیسے کھڑی رہتی تھی ؟ اب دو قدم نہیں چل سکتی ؟" باسکو نے ہنس کر مجھ سے پوچھا۔

"ہمارے پاؤں میں موچ آجائے گی" جمنا کی آنکھیں غم اور غصّے سے بھیگنے لگیں۔

باسکو نے کہا "اچھا تم اِدھر ٹھہرو۔ ہم ناکہ سے ٹیکسی لے کے آتا ہے"

باسکو کے ڈانٹنے کا اتنا تو فائدہ ہوا کہ ہم لوگ روزمرّہ کی طرح وقت پر شوٹنگ کے لئے پہنچ گئے۔ فٹ پاتھ کی عجّت کا سوال باسکو کے لئے سب سے اہم تھا اس لئے ہم پانچوں نوکر اپنے اپنے کام میں بہت چاق و چوبند رہتے تھے اور سیٹھوں کو کسی طرح سے شکایت کا موقع نہیں دیتے تھے۔ باسکو اور تانتیا تو پروڈکشن ڈیپارٹمنٹ میں تھے۔ بہت جلد انھوں نے کام سیکھ لیا تھا اور اب اتنے ہوشیار ہو گئے تھے، کہ کسی طرح کوئی ملازم ان کے ڈیپارٹمنٹ میں ایک پیسے کی چوری یا گھپلے بازی نہ کر سکتا تھا۔ جب کسی کی چوری پکڑی جاتی باسکو ڈانٹ کر کہتا۔

"سالا۔ تم ہم کو چوری سکھائے گا، سالا ہم یہ سب دھندا کئے لا ہے"

اور اگر کبھی باسکو چوک جاتا تو تانتیا غلطی پکڑ لیتا اور کہتا۔
"ہم سب ہاتھ کی صفائی جانتا ہے۔ یہ گھپلے بازی ادھر نہیں چلے گا
نکالو پیسہ!"

باسکو اور تانتیا کی محنت اور قابلیت، ہوشیاری اور ایمانداری
سے سیٹھوں کی ہزاروں کی رقم پروڈکشن ڈیپارٹمنٹ سے بچ جاتی
تھی۔ سیٹھ ہم سے بہت خوش تھے اور اپنی کمپنی کو ہم پانچ لوفروں
کی کمپنی کہتے تھے۔ اسٹاف میں روپیہ کھانے والوں نے شروع شروع
میں باسکو اور تانتیا کو اپنی طرف ورغلانا چاہا مگر وہ باسکو اور
تانتیا کو کسی طرح توڑنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔

"بائی گاڈ!" باسکو نے ان کو سمجھایا۔ "ہم لوفر ہے کوئی اینجل
(Angel) نہیں ہے۔ ہم کو بھوک لگے گا تو ہم تمہارا کچن کا
دروازہ توڑ کر بھی روٹی کھالے گا، مگر ٹائم ہم کو اپنا سچا لیبر
(Labour) سے دو ٹائم روٹی ملتا ہے، تو ہم بے ایمانی
نہ کرے گا، نہ کرنے دے گا — انڈر سٹینڈ؟"

آج بھی پروڈکشن سٹاف کے منظورے نے ساڑھے بائیس روپے
کا گھپلا کیا تھا لکڑی کی خرید کے سلسلے میں۔ اس رقم میں سے منظورے
نے سات روپے رتی لال کو دینے کا وعدہ کیا تھا مگر جب اس نے
پروڈکشن سٹاف کے کارندے رتی لال کو یہ سات روپے نہیں دیئے
تو اس نے باسکو سے شکایت کر دی۔ باسکو منظورے کے ایسے ہی دو تین
چھوٹے چھوٹے گھپلے پکڑ کر اسے کئی بار معاف کر چکا تھا۔ آج اس نے
منظورے کو سبق سکھانے کا تہیہ کر لیا۔ کافی دیر تک باسکو اس سے

رقم اگلوانے کی کوشش کرتا رہا لیکن منظورا برابر قسما قسمی کر کے ٹالتا رہا۔ آخر باسکو کو جو غصہ آیا تو اس نے دھر کے ایک گھونسہ دیا۔ منظورے کے رخسار پر ــــ منظورا جو بے حد دبلا پتلا لاغر انسان تھا، چکر کھا کر اسٹوڈیو کے باہر فرش پر گر پڑا۔ خون اس کے ہونٹوں سے بہنے لگا اور اس کی جیب سے کانچ کی ایک شیشی گرتے گرتے اچھلی اور فرش پر گر کر ٹوٹ گئی اور اس میں سے لال سیال بہنے لگا۔

"یہ دارو ہے۔" تانتیا ٹوٹی ہوئی شیشی کو اٹھا کر اسے سونگھنے لگا۔

منظورا روتے روتے اٹھا اور اپنے ہونٹوں سے لہو پونچھتے ہوئے بولا۔

"نہیں ــــ بیوی کی دوا تھی۔"

منظورے کی بیوی چار ماہ سے بیمار تھی۔ آج منظورا اس کے لئے ساڑھے بائیس روپے کی دوا ڈاکٹر سے لایا تھا۔ اگر دوا پہ کم پیسے خرچ ہوتے تو وہ اس میں سے ضرور رتی لال کو سات روپے دے دیتا۔ مگر ڈاکٹر نے سارے پیسے دھروا لئے۔ اس کے پاس رتی لال کو دینے کے لئے کچھ بھی نہ بچا۔

"میں بے ایمان نہیں ہوں رتی لال۔" منظورا روتے روتے بولا۔ اور جیب سے گولیوں کی ایک شیشی، چند پڑیاں اور ڈاکٹر کا نسخہ دکھاتے ہوئے بولا۔" تیرے پیسے بھی دوائیں لگ گئے نہیں تو چکا دیتا"

وہ ٹوٹی ہوئی شیشی کی کرچیں چننے لگا۔

باسکو شرمندہ ہو کر سر کھجانے لگا۔

"تانتیا نے اداس ہو کر کہا" ـــ کچھ ـــ کیا ـــ کس کو بولے گا؟ کون بے ایمان ہے؟"

"رتی لال بے ایمان ہے، کہ منظور لے بے ایمان ہے، کہ ڈاکٹر کا نسخہ بے ایمان ہے ـــــ ایسا لگتا ہے باسکو، کہ کہیں پر اوپر کوئی بیٹھا ہے جو بہت بے ایمان ہے۔"

باسکو نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا۔ پچاس روپے گن کے نکالے۔ منظولے کو دے کر بولا۔ "لے جا کے بیوی کا علاج کر۔ پھر جرورت پڑے پھر مانگ لینا۔ پر کمپنی کا مال اِدھر اُدھر نہیں کرنا۔ نہیں تو مار مار کے خلاص کرے گا۔"

اتنا کہہ کر باسکو کسی عجیب سی مجبوری سے سر ہلاتا ہوا وہاں سے جلدی جلدی چلا گیا۔ منظور ادیر تک پھٹی پھٹی نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا۔

ہم پانچوں لوفر اکثر رات کا ڈنر اکٹھے کھایا کرتے تھے لیکن جب شوٹنگ ہوتی تھی تو جمنا اکثر اکیلے ہی اپنے کمرے میں لنچ کھایا کرتی تھی۔ کبھی کبھی مجھے شریک کر لیتی۔ آج اس نے مجھے اپنے ساتھ لنچ پر بلا لیا۔

جب ہیئر ڈریسر اور میک اپ مین کا اسسٹنٹ کمرہ سے رخصت ہو گئے اور بیرا لنچ رکھ کے باہر نکل گیا تو جمنا نے جس کی آنکھیں کسی گہرے اضطراب سے چمک رہی تھیں اپنے بلاؤز میں ہاتھ ڈال کر ایک خط نکالا۔ جو وی اینا سے آیا تھا۔ یہ خط پریم ورما کا تھا۔ اس خط میں پریم ورما نے لکھا تھا، کہ وی اینا کے ڈاکٹروں کے علاج سے اس

کی صحت اچھی ہو رہی ہے۔ اگر اس کی صحت کی ترقی کی یہی رفتار رہی تو اگلے ماہ ڈاکٹر اس کا پیٹ کھول کر ایک آپریشن کریں گے اور اگر وہ آپریشن کامیاب رہا تو اسے زندگی کے چند سال اور مل جائیں گے۔

پریم درمانے آپریشن اور علاج کے لئے مزید روپیہ منگایا تھا۔ باقی خط محبت کی باتوں سے بھرا ہوا تھا مگر خط کا لہجہ عجیب دردناک سا تھا۔ کیونکہ اس میں یہ بھی لکھا ہوا تھا کہ آپریشن بہت خطرناک ہے وہ یہ آپریشن کرائے کہ واپس آجائے؟

"آپریشن تو ہونا ہی چاہیئے؟" میں نے کہا۔

"ہاں..." وہ گہری ہمدردی سے بولی "مگر..."

"مگر کیا؟"

"کچھ نہیں"

اتنا کہہ کر وہ دھیرے دھیرے رونے لگی۔ آنسو گر کر سالن میں پڑتے گئے۔ میں روٹی کا ٹکڑا ہاتھ میں لئے دیر تک اسے چپ چاپ دیکھتا رہا۔ یہ دل کیا رحمدل تھا جو فٹ پاتھ کی خاک میں لتھڑا ہوا پڑا رہتا تھا۔ جس سے تلخی، زہر، تیزاب اور گندگی کی بُو آتی تھی۔ کچلا، مسلا، پاؤں تلے روندا ہوا دل فٹ پاتھ پر کسی سوکھی ٹوٹی ٹہنی کی طرح پڑا تھا۔ اب اس میں کلیاں چٹک رہی تھیں۔ اپنے لئے تو ہر کوئی روتا ہے اپنے لئے رونا تو محض مجبوری حیات ہے۔ زندگی تو وہاں سے شروع ہوتی ہے جب کوئی کسی دوسرے کے لئے روتا ہے۔

لنچ کھا کے ہم دونوں کمرہ سے باہر نکلے۔ جمنا کا کمرہ اسٹوڈیو کی

تیسری منزل پر تھا۔ ہولے ہولے سیڑھیاں اترتے ہوئے ہم نچلے برآمدے میں آئے۔ ہم آمدے سے باہر نکل کر سٹوڈیو نمبر دو کے سٹیج پر گئے۔ ہمارے پیچھے سٹیج کا بڑا دروازہ تھا جس میں روشنی کی ایک لمبی مستطیل دور تک اندر چلی گئی تھی ۔ ہم دونوں سیٹ کے پچھواڑے چل رہے تھے۔ ایک طرف سٹوڈیو کی اونچی دیوار تھی دوسری طرف سیٹ کا اونچا پردہ تھا، بیچ میں روشنی کی وہ لمبی مستطیل تھی ۔ کسی روشن غلام گردش کی طرح ـــــ دو رویہ اندھیرے میں سے گذرتی ہوئی ـــ جمنا اور میں دونوں ہولے ہولے ساتھ چلتے ہوئے سیٹ کے دروازہ کی طرف جا رہے تھے، کہ پیچھے سے کسی نے زور سے آواز دی ،

"جمنا!"

جمنا یکا یک پیچھے پلٹی ۔

اور میں بھی !

ہمارے پیچھے کوئی بیس تیس گز کے فاصلہ پر شانتا کول کھڑی تھی اور ہم دونوں کی طرف دیکھ کر مسکرا رہی تھی ۔

حالانکہ اس سے پہلے بھی ہزار بار جمنا کو اس ممکن صورتِ حال سے متنبہ کر چکا تھا اور خود بھی ہر وقت محتاط رہتا تھا اور ہر دم اپنے آپ کو خبردار کئے رہتا تھا، مگر آج اچانک شانتا کول نے ایسی خوبصورتی سے ایسا عمدہ نفسیاتی حملہ کیا تھا کہ ہم دونوں بے اختیار پلٹ گئے ... اور اب کچھ نہ ہو سکتا تھا کیونکہ وہ ہم دونوں کی طرف دیکھتی ہوئی مسکراتی ہوئی دونوں ہاتھ آگے بڑھائے مصافحہ کے لئے

تیار چلی آ رہی تھی۔

"جانتے ہو؟" اس نے قریب آ کر ہم دونوں سے ناک اٹھا کر مجھ سے کہا۔

میں نے دانتوں سے ہونٹ کاٹ کے کہا۔

"جانتا ہوں۔ مگر تمھیں کیسے...؟"

میں نے فقرہ نا تمام چھوڑ دیا۔

وہ بولی "بڑی آسان بات ہے۔ میں نے (اس نے جمنا کی طرف اشارہ کیا) مس آرادھنا کے ساتھ تمھاری کئی تصویریں دیکھیں جس میں تم اس سیٹ کی شوٹنگ پر اس کے گروپ میں کھڑے ہو — پھر دو تین طرح کے گروپ میں باسکو اور نانتیا کو بھی دیکھا جنھیں میں اس سے پہلے تمھارے ساتھ ماہم کے فٹ پاتھ پر مل چکی تھی۔ کچھ سمجھ میں نہ آیا۔ تم لوگ اچانک اس ماحول سے اس ماحول میں کیسے پہنچ گئے۔ کیسے تم مس آرادھنا کے سکریٹری مقرر کر دیئے گئے۔ پھر اچانک سوچتے سوچتے دماغ میں ایک کوندا سا لپک گیا۔ پہلے تو وہ ہلکی سی مشابہت نظر آئی پھر اکدم میں سمجھ گئی!"

"اس غیر معمولی ذہانت کی داد دینا پڑے گی۔" میں نے کہا۔

"دراصل غلطی تمھاری ہے۔" وہ بولی۔ "تم لوگوں کو اپنی تصویریں مس آرادھنا کے ساتھ نہیں کھنچوانا چاہیئے تھی۔ سکرین میں، اروشنی میں، فلم فیئر میں جہاں دیکھو، آپ کی تصویریں موجود ہیں۔"

"اب تو ہو گئی غلطی۔" میں نے کہا۔

"تو اب بھگتو!" وہ بولی۔

"کیا — کہا —؟" جمنا رکتے رکتے بولی "کیا آپ ہمارا

جھانڈا پھوڑ دیں گی ؟"

شانتا کول بولی "اس سے زیادہ حماقت کی بات اور کیا ہو سکتی ہے ؟"

"پھر آپ کیا کرنا چاہتی ہیں ؟" جمنا نے گھبرا کر پوچھا۔

"مس آرادھنا!"

شانتا کول نے بڑی ہمدردی سے جمنا کے کندھے پر ہاتھ رکھ کے کہا۔

"آپ میرے ہاتھوں بالکل محفوظ ہیں، اطمینان رکھیئے۔ میں صرف چند منٹ آپ کے سیٹھوں سے بات کرنا چاہتی ہوں۔ کہاں ہیں مسٹر داؤد مکرانی اور مسٹر سندر بس جانی!"

شانتا نے یہ دونوں نام کاغذ کے ایک پرزے سے پڑھ کر بولے۔

"چلیئے" میں نے جلدی جلدی اس سے کہا "میں آپ کو ملائے دیتا ہوں"

جمنا کو پیچھے چھوڑ کر میں شانتا کول کو لے کر آگے بڑھ گیا۔ سیٹ کے دروازے کے اندر گھس گیا۔ ہر جیت کمار ابھی آیا نہ تھا۔ سیٹ پر کیمرہ میں روشنیوں کی ترتیب بدل رہا تھا۔ داؤد سیٹھ اور سندر بس جانی سیٹ کے ایک کونے میں بیٹھے ابھی تک لنچ میں مصروف تھے۔ قریب میں دو تین کرسیاں خالی پڑی تھیں۔ میں اور شانتا کول ان کے قریب کرسیاں گھسیٹ کر بیٹھ گئے۔

میں نے تعارف کرایا۔

"یہ ہیں مس شانتا کول۔ بمبئی لائف کی جوائنٹ ایڈیٹر"

پھر سب حال بتایا۔ دونوں سیٹھ کھانا چھوڑ کر اس طرح بیٹھ گئے گویا کاٹو تو بدن میں لہو نہیں۔

"شاید کل رات کو آپ ہی نے ٹیلیفون کیا تھا؟" سندر بس جانی بولا۔ "آپ ہی نے کہا تھا کہ آپ ہماری نئی ہیروئن کے بارے میں سب جانتی ہیں۔"

"جی ہاں — اور آپ نے کہا تھا کہ ہماری تو وہی پرانی ہیروئن ہے۔"

پھر دیر تک سناٹا رہا۔ آخر داؤد سیٹھ نے جیب میں ہاتھ ڈال کر چیک بک نکالی۔ غم اور غصہ سے اس کے ورق الٹتے ہوئے کانپتی ہوئی آواز میں بولے۔

"کتنے کا چیک کاٹنا پڑے گا؟"

شانتا کول نے ہنس کر کہا۔ "میں بلیک میل کرنے نہیں آئی ہوں۔"

"اوہ!" داؤد اور جانی دونوں نے اطمینان کا سانس لیا۔ دونوں کے چہروں پر خون کی رَو واپس آگئی۔ داؤد سیٹھ نے چیک بک بند کرتے ہوئے کہا۔ "پھر ہم آپ کی کیا خدمت کر سکتے ہیں مس شانتا کول!"

"خدمت کرنے کا موقع تو مجھے ملنا چاہیئے۔" وہ بولی۔

"فرمایئے!"

"بھگوان کی دیا سے مجھے سب کچھ ملا ہے۔ نام، عزت، دولت۔ میں ایک انگریزی روزنامہ کی جائنٹ ایڈیٹر ہوں۔ دو سال کے بعد میرے چیف ریٹائر ہونے والے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ مجھے ان کی جگہ

مل جائے گی۔ مدد تو میں آپ کی کر سکتی ہوں اور کروں گی بھی۔ دن میں تو میں اپنے اخبار کا کام کرتی ہوں، اس کے بعد کافی وقت بچتا ہے۔ اس وقت میں میں آپ کی مس آرادھنا جو بے حد قبول صورت اور خوش اطوار اور عمدہ اداکارہ ہیں، ان کی پبلسٹی سکریٹری کے کام کر سکتی ہوں، پرائیویٹ طور پر — دو ہزار روپے ماہانہ تنخواہ ہوگی۔ چھ ماہ کا پکا کنٹریکٹ ہوگا۔ پہلے مہینے کی تنخواہ ایڈوانس میں ملے گی۔ پھر دیکھئے گا میں آپ کی مس آرادھنا کی پبلسٹی کر کے انھیں آسمان پر پہنچا دوں گی۔ ایسے نئے انداز میں پبلسٹی کروں گی کہ لوگ پرانی آرادھنا کو بھول جائیں گے۔"

سندر بس جانی نے پنجرہ میں پھنسے ہوئے چڑے کی طرح پھڑ پھڑاتے ہوئے اپنے پارٹنر سے کہا "میں نے تم سے کہا نہیں تھا داؤد سیٹھ — آج شاید ایک چیک اور کاٹنا پڑے گا۔"

داؤد سیٹھ چیک بک کھولنے لگے۔

شانتا کول نے نیچے تلے انداز میں کہا۔

"چیک لکھنے سے پیشتر میری ایک شرط سن لیجئے۔"

"فرمائیے۔" سندر بس جانی نے ایسے لہجہ میں کہا گویا "فرمائیے" کی جگہ کہہ رہا ہو "اگر اجازت ہو تو آپ کا گلا گھونٹ دوں؟"

"مجھے بھی ایک سکریٹری کی ضرورت ہے۔"

"تو؟" سندر بس جانی نے حیران ہو کر پوچھا۔

"اور میں نے اپنے لئے جو سکریٹری پسند کیا ہے وہ وہی ہے جو مس آرادھنا کا سکریٹری ہے۔"

دونوں سیٹھ میری طرف دیکھنے لگے۔

"آج سے یہ سکریٹری میرے لئے بھی کام کرے گا" شانتا کول میری طرف دیکھے بنا بولی "دن کو آرادھنا کے لئے کام کرے گا۔ شام کے بعد میرے لئے ..."

"ناممکن ہے" میں نے زور سے کہا۔

"تو میں جاتی ہوں" شانتا کول اٹھی۔ سندر بس جانی نے اسے پکڑ کر بٹھالیا۔

"بیٹھئے، بیٹھئے" داؤد سیٹھ بولے "بس اتنا اور بتا دیجئے، کیا آپ کے ــــ میرا مطلب ہے آپ کے سکریٹری کی پگار بھی مجھے دینا ہوگی؟"

"جی نہیں۔ اس کے پانچ سو روپے میں اپنی تنخواہ میں سے دوں گی جو آپ مجھے دیں گے"

"مجھے منظور نہیں ہے"

"تم چپ رہو" سندر بس جانی خفا ہو کے بولا "یہاں پچاس لاکھ کی پکچر ڈوب سکتی ہے۔ تم بیچ میں بولنے والے کون ہوتے ہو؟"

داؤد سیٹھ بولا "میں مس آرادھنا کے سکریٹری کو بول دوں گا وہ آپ کا کام بھی کریں گے"

"یہ لیجئے دو ہزار کا چیک ..."

شانتا کول چیک پرس میں ڈال کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ میں اس کے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔

"کیا تم میرا ریپ کرنا چاہتی ہو؟"

"نہیں تو" وہ بولی "میں نے صرف تمہاری سروس خرید لی ہے"

"اس سے پہلے لوگ عورتیں خریدتے تھے اب مرد بھی خریدے جائینگے"
میں نے پوچھا۔

"کیا حرج ہے۔ اگر عورت آزاد ہے خود کماتی ہے، اتنا کماتی ہے کہ اپنے لئے ایک سکریٹری رکھ سکے، تو کیوں نہ رکھے۔ کیا تم عورت اور مرد کی برابری کے قائل نہیں ہو؟"

"قائل تو ہوں" میں نے کہا "مگر تم کچھ زیادہ ہی برابری کرنے لگی ہو؟ — میری ڈیوٹی کتنے گھنٹے کی ہوگی؟"

"چھ گھنٹے — چھ سے بارہ تک"

"کام کیا ہوگا؟"

"جو میں کہوں"

"تم کیا کہو گی؟"

"میں کہہ سکتی ہوں سکریٹری وہ فائل لاؤ، سکریٹری ایک گلاس پانی پلاؤ، سکریٹری میرا سگریٹ سلگا دو، سکریٹری یہ خط ٹائپ کر دو، سکریٹری میرے لئے ایک کہانی لکھو، سکریٹری مجھے اپنی گود میں بٹھا لو... مجھے ایک بوسہ دو"

"گود میں بٹھانا اور بوسہ دینا سکریٹری کے فرائض میں شامل نہیں ہے"

"ہیں — کسی بھی دفتر میں جا کے پرائیویٹ طور پہ معلوم کر سکتے ہو۔ فرق صرف اتنا ہے کہ اس سے پہلے یہ کام عورت سکریٹری کرتی تھی، آج سے ایک مرد سکریٹری کو بھی یہی کام کرنا پڑے گا"

میں نے کہا "تمھیں معلوم ہے۔ تم ایک شریف بھولے بھالے اور کنوارے نوجوان پہ دست درازی کر رہی ہو؟ اس کی مجبوری کا ناجائز

فائدہ اٹھاتے ہوئے اس کے دامنِ عفت کو چاک کرتے کے درپے ہو۔ اس کی زندگی کے نایاب گوہرِ عصمت کو اپنے جبر و ستم سے لوٹ لینا چاہتی ہو۔

"شام کو چھ بجے میرے فلیٹ پر پہنچ جانا۔" اس نے حکم دیا۔

"اور اگر میں نہ آؤں تو؟" میں نے پوچھا۔

"تو کل اخبار کے پہلے ایڈیشن میں تمھاری جیدا کا سارا کچا چٹھا تمھاری اور تمھارے دوستوں کی تصویروں کے ساتھ شائع کر دیا جائے گا ——— آؤ گے ناں؟"

میں کچھ نہیں کہہ سکا۔ غصّے سے اس قدر کھول رہا تھا کہ بول ہی نہیں سکا۔ بس آہستہ سے میں نے اقرار میں سر ہلا دیا جیسے دلہنیں شادی کے وقت آہستہ سے اقرارِ ازدواج کرتی ہیں۔

شانتا کول زور سے ہنسی پھر اپنا پرس جھلاتی ہوئی اپنے ہاتھ سے مجھے بائی بائی کرتی ہوئی سٹوڈیو سے باہر چلی گئی۔

"میرے باپ کی سکریٹری اسے پیرس میں اکیلا چھوڑ کر بھاگ گئی ہے" ایک دن جمنا نے مجھے بتایا۔ "میرا باپ بہت غمزدہ ہے۔ وہ اب کچھ دنوں کے لئے سپین جانا چاہتا ہے۔"

"آہ سپین — گرجوں اور بیلوں کا دیس، کولمبس اور ڈان کوئی ہاٹ کا دیس، اونچے منیڑا اور جالی دار دوپٹے اوڑھنے والی خوبصورت آنکھوں والی حسیناؤں کا دیس، لافانی مصور گویا کا دیس، قرطبہ، الحمرا کا دیس ... میں خواب دیکھتے دیکھتے چپ ہو گیا۔

"اسے یہ سب دیکھنے کا شوق نہیں ہے۔ وہ اب ایک ہسپانوی سکریٹری رکھنا چاہتا ہے۔ اسے صرف نائٹ کلب کا شوق ہے اس لئے وہ یورپ میں اپنا غم غلط کرنے کے لئے مزید چھ ماہ کے لئے رہنا چاہتا ہے۔"

"اس کی خواہش کو پورا کرنا تمہارا فرض ہے، تم ایک فرماں بردار بیٹی ہو، اور ایک مشہور و معروف فلم سٹار بھی ہو۔"

"سیٹھوں نے انتظام کر دیا ہے۔ پیرس میں اسے پچاس ہزار روپے اور مل جائیں گے۔"

"سیٹھوں نے اتنی جلدی انتظام کیسے کر دیا؟"

"وہ نہیں چاہتے کہ مس آرادھنا کا باپ ابھی بمبئی آئے۔ وہ نہیں چاہتے کہ ابھی میں اپنے باپ کا سامنا کروں اسلئے انھوں نے سب بندوبست کر دیا ہے اور مجھ سے روپے کی رسید لے لی ہے۔"

"تم سے کیوں؟"

"وہ میرا باپ ہے۔"

"کیا تم واقعی اسے اپنا باپ سمجھنے لگی ہو؟"

"سمجھتی نہیں، مگر سمجھنے کو جی چاہتا ہے۔ پھر سے لڑکی بن کر اپنے باپ کی انگلی پکڑ کر گھومنے کو جی چاہتا ہے۔ اس کی گود میں بیٹھ کر اس کی بڑھی ہوئی مونچھوں سے کھیلنے کو جی چاہتا ہے۔ اس کی پیٹھ پر چھلانگ لگا کر، اس کے کندھوں پر چڑھ کر کسی میلے کو جانے کو جی چاہتا ہے۔ تمھیں تو معلوم ہی نہیں جس لڑکی کو کبھی اپنا باپ نہیں ملا اس کا کیا کیا جی چاہتا ہے۔"

"اور ماں؟"

"میری ماں ـــــ آج تمھیں بتا رہی ہوں"، جمنا کی آنکھیں جھپکنے لگی تھیں "میری ماں جس نے مجھے پالا در اصل میری ماں نہیں تھی اس نے مجھے کوڑے کے ایک ڈھیر پر پڑا پایا تھا۔ ساری زندگی میں نے اپنی اصلی ماں کا چہرہ ڈھونڈا ہے، راتوں کو لیٹ کے آنکھیں بند کر کے میں سوچتی ہوں کیسی رہی ہوگی میری ماں!"

"یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ تمھیں کوڑے کے ڈھیر پر پھینک گئی؟"

"وہ مجبور رہی ہوگی، کسی شریف گھرانے کی لڑکی جانے کس بے وفا

کے چکر میں پھنس کر اپنی عزت لٹا بیٹھی۔ شاید وہ کالج میں پڑھتی تھی کسی لڑکے سے اس کا عشق ہو گیا ہو گا۔ یا کسی بڑے گھر کی ناز و نعم میں پالی ہوئی لڑکی ہو گی وہ کسی ایک لمحہ کی غلطی میں۔ کبھی سوچتی ہوں شاید وہ کوئی شادی شدہ عورت ہو گی۔ گھر والا کمائی کرنے افریقہ گیا تھا۔ پیچھے کوئی گڑبڑ ہو گئی۔ وہ واپس آ رہا تھا۔ میری ماں کیا کرتی؟ طرح طرح کے رنگ بھرتی ہوں اپنی ماں کے چہرہ میں۔ راہ چلتے چلتے ٹھٹھک کر دیکھنے لگتی ہوں۔ ادھیڑ عمر کی عورتوں میں کوئی اجنبی بڑھی عورت مجھے دیکھ کر مسکراتی ہے تو دل دھڑکنے لگتا ہے۔ لگتا ہے جیسے مجھے میری ماں مل گئی۔ پھر وہ مسکراتے ہوئے مجھ سے پوچھتی ہے۔ بیٹی اٹھارویں سڑک کدھر ہے۔ میں بتاتی ہوں تو وہ مجھے کہتی ہے۔ اٹھارویں سڑک پر پشپا نواس کدھر ہو گا۔ وہاں میری بیٹی رہتی ہے۔ "بیٹی" وہ اتنے پیار سے کہتی ہے کہ میرا من بھر آتا ہے۔ جی چاہتا ہے اس سے پوچھوں۔ سچ سچ کیا تو میری ماں نہیں ہے؟ کیا اپنی جوانی کی کوئی غلطی تجھے یاد نہیں ہے؟ اب تو وہ زمانہ گذر گیا۔ اب تو یاد کر لے اور مجھے اپنے گلے سے لگا لے۔ مگر وہ مسکراتی ہوئی چلی جاتی ہے۔ پھر رات کے اندھیرے میں مجھے اس کا چہرہ اپنے چہرہ پر جھکتا ہوا نظر آتا ہے اور وہ روتی ہوئی آنکھوں سے میری طرف دیکھتے ہوئے میرے چہرہ کو اپنے کانپتے ہوئے ہاتھوں میں لے کر کہتی ہے۔ ہاں میں ہی تیری ماں ہوں۔ میں ہی۔۔۔ مگر دن کے اجیارے میں مجھے اپنی بیٹی نہیں کہہ سکتی اس لئے رات کے سات تاریک پردوں میں چھپ کر مجھے بیٹی

کہنے آئی ہوں — بیٹی، میری بچی، وہ مجھے اپنے سینے سے لگا لیتی ہے اور میں اس کی گود میں منہ چھپا کر رونے لگتی ہوں، آنکھ کھل جاتی ہے — کوئی نہیں ہے بستر پر اکیلی ہوں۔ منہ تکیہ میں دبائے پڑی ہوں۔ تکیہ آنسوؤں سے بھیگ گیا ہے۔"

اب اس وقت بیان کرتے کرتے جمنا کی آنکھوں میں پھر آنسو جھلکنے لگے۔ پھر وہ اک دم اپنے آنسو روک کر مسکرا دی۔

"مجھے معلوم ہے تم کیا سمجھتے ہو مجھے اپنے دل میں .... ایک بیوقوف لڑکی، اسی لئے تو میں نے اس رسید پر دستخط کر دیئے، مجھے ایسا لگتا جیسے میں اپنے باپ کو پچاس ہزار روپے بھیج رہی ہوں۔"

شوٹنگ کا کام بڑی تیزی سے چل نکلا تھا۔ پکچر اپنے آخری مراحل طے کر رہی تھی۔ جمنا کے کام نے بڑے بڑے ڈسٹری بیوٹروں کو چونکا دیا تھا۔ سیٹھوں نے جمنا کی کامیابی سے متاثر ہو کر اسے دونئی تصویروں کے لئے پہلے سے دو گنے تگنے دام دے کر طے کر لیا۔ جمنا کی زندگی اور اس کے ساتھ ہم نوکروں کی زندگی بھی کامیابی اور خوشحالی کی سیدھی ڈگر پر چلنے لگے۔

جوں جوں پکچر خاتمہ کے قریب پہنچی جاتی تھی شانتا کول کی سیکرٹری مس آرادھنا کے لئے بڑھتی جاتی تھی اس نے مس آرادھنا کی پبلسٹی کو صرف اس کے سیکس اور گلیمر تک محدود نہ رکھا تھا۔ وہ اسے ایک ذمہ دار سوشل خاتون ثابت کرنے پر تُل گئی تھی۔ مس آرادھنا کو طرح طرح کی سوشل تقاریب میں بلایا جانے لگا جہاں مس آرادھنا تقریریں کرنے لگی۔ بالعموم یہ تقریریں شانتا کول کی لکھی ہوئی تھیں لیکن کبھی کبھی یہ

کام تجھے بھی سونپا جاتا تھا لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جمنا اپنی اداکاری سے ان تقریروں میں جان ڈال دیتی تھی۔ ان تقریروں سے بمبئی کے سماجی حلقے چونکنے لگے۔ انھیں کچھ خیال ہوا کہ فلمی ستارے ذمہ دار افراد بھی ہوتے ہیں۔ وہ لوگ پہلے سے بھی زیادہ تقاریب میں آرادھنا کو بلانے لگے۔ دوسرے میٹنگ میں شانتا کول نے مس آرادھنا سے چندے دلوانے شروع کئے۔ کہیں پر پانچ سو، کہیں پر ہزار، کسی جگہ دو ہزار، کسی جگہ پانچ ہزار۔ آہستہ آہستہ دھیرے دھیرے آرادھنا کی بڑھتی ہوئی مقبولیت کے ساتھ وہ چندے کی رقم کو بڑھاتی گئی۔ پھر جب بمبئی کے میئر نے ایک دن شہر بمبئی کے لئے مجبور اور بے کس عورتوں کے لئے ایک وینیتا آشرم کھولنے کا ارادہ ظاہر کیا تو شانتا کول نے میئر کی تجویز کو لبیک کہتے ہوئے مس آرادھنا کی طرف سے اس وینیتا آشرم فنڈ میں ایک لاکھ روپے دینے کا اعلان کیا۔

بمبئی کے اخباروں کے پہلے صفحہ پر جلی حروف میں یہ اعلان چھپا اور ساتھ میں ہر روز نامے، ویکلی، پندرہ روزہ، فلمی اور غیر فلمی رسالوں میں نہ صرف بمبئی کے بلکہ بمبئی سے باہر کے اخباروں کے پہلے صفحہ پر مس آرادھنا کی تصویر چھپی۔ اس خبر کی اتنی پبلسٹی ہوئی کہ اخباروں، رسالوں، ہفتہ ناموں اور پندرہ روزہ اخباروں میں یہ خبر آئی کہ جب شانتا کول نے سب کے تراشے جمع کر کے سیٹھوں کو دکھائے تو انھیں یقین ہو گیا کہ شانتا کول نے نہایت کامیابی سے مس آرادھنا کی پبلسٹی کے ساتھ ساتھ ان کی فلم کی پبلسٹی

بھی کردی تھی اور اس وسیع پیمانے پر کی تھی کہ اگر ان ترشوں کی مجموعی رقم کا معمولی اخباری اشتہار کی شرح سے بھی اندازہ کیا جائے تو تین لاکھ کی رقم خرچ ہوئی، اس لئے سیٹھ برڈی آسانی سے ایک لاکھ روپے کا چندہ کمپنی کی مد میں سے دینے کے لئے تیار ہو گئے۔

اس گراں قدر عطیہ کے سلسلے میں شانتا کول نے ایک شاندار اور پُر وقار تقریب کا انتظام کیا۔ اس تقریب میں آر اے ندا ممبئی کے میئر کو ایک لاکھ کا چیک پیش کریں گی۔ اس تقریب کے لئے شانتا کول نے بمبئی کے سب سے ممتاز ہال سرکاؤس جی جہانگیر ہال کا انتخاب کیا۔ بے حد حسین و جمیل دعوت نامے چھپوائے۔ خود راج بھون جا کر گورنر سے ملی اور انھیں بہ نفس نفیس اس عظیم تقریب کی صدارت کے لئے آمادہ کیا۔ پھر وہ وزارت کے چیدہ چیدہ اراکین سے ملی اور ان میں سے بھی کسی ایک کو اس نے اس تقریب میں شرکت کرنے پر آمادہ کر لیا۔ پھر اس نے اس تقریب میں بمبئی کے چوٹی کے اکابرین، اونچے طبقہ کے شرفا، معزز خواتین، تمام بڑے بڑے فلم سٹار اور سیاسی نیتاؤں کو مدعو کیا اور جستہ جستہ ذاتی طور پر جا کر تمام اہم اور معزز افراد سے اس تقریب میں شامل ہونے کا وعدہ بھی لے آئی۔ جس تن دہی سے شانتا کول اس سلسلے میں کام کر رہی تھی اس سے اندازہ ہوتا تھا، کہ وہ اس تقریب کو بمبئی کی ایک عظیم الشان اور باوقار تقریب بنانا چاہتی ہے۔

اور فنکشن ہوا بھی اسی ڈھنگ سے۔ چار بجے ہی سے پولیس نے سرکاؤس جی جہانگیر ہال کے ارد گرد پہرہ لگا دیا۔ حالانکہ فنکشن چھ بجے

ہونے والا تھا۔ خود انسپکٹر فتح علی نے (جس کا تبادلہ اب ماہم سے فورٹ کے علاقہ میں ہو گیا تھا) آگے بڑھ کے مس آزادھنا کی کار کا دروازہ کھولا تھا۔ شانتا کول نے ایک مختصر سی لیکن جامع تقریر میں مس آزادھنا کے عالی خاندان، اس کے بزرگوں کا دلیسانہ شجرۂ نسب، اس کے پشتینی وقار، عالی ظرفی اور غرباء پروری کا ذکر کیا تھا جو پشتہا پشت سے اس خاندان کا شیوہ چلا آرہا تھا۔ میئر، کہ جو مس آزادھنا کے خاندان سے کوئی واقفیت نہ رکھتا تھا اس نے بھی اسی نسخہ کو آسان سمجھ کر مس آزادھنا کے عالی خاندان ہونے پر زور دیا اور بتایا کہ اگر اسی طرح کے عالی خاندانوں کی دوسری لڑکیاں بھی فلم کے کام کو اپنا لیں تو اس سے نہ صرف فلم بلکہ ملک کے وقار میں بھی اضافہ ہوگا۔ مس آزادھنا نے ایک شاندار لیکن دلآویز تقریر کی اور اس خوبی سے ونیتا آشرم میں آنے والی مجبور و محقور عورتوں کا نقشہ کھینچا کہ بعض کمزور دل رکھنے والے سامعین کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور ہال بار بار تالیوں سے گونج اٹھا۔ مس آزادھنا نے گورنر کے گلے میں ہار پہنائے اور میئر کے گلے میں بھی۔ پھر جب میئر نے ایک لاکھ کا عطیہ قبول کرتے ہوئے مس آزادھنا کے گلے میں ہار ڈالا تو تمام حاضرین کھڑے ہو کر دو منٹ تک مس آزادھنا کی عزت افزائی کرنے کے لئے تالی بجاتے رہے۔ گورنر اور میئر اور وزرا اور دیگر اکابرین کے ساتھ جمنا کے فوٹو لئے گئے۔ درجنوں فوٹو کبھی اس پوز میں کبھی اس پوز میں۔ جمنا ایک درخشندہ ستارے کی طرح دمکتی ہوئی بمبئی کے سب سے اونچے طبقہ کی نگاہوں کا تارا بن گئی۔ یہ ایک ایسا فنکشن ہوا جسے جمنا جب تک زندہ رہے گی ہمیشہ یاد رکھے گی۔ جب وہ سینکڑوں

اپنے چاہنے والوں کے جھرمٹ میں سے آٹو گراف دیتے دیتے میرے ساتھ گاڑی میں بیٹھی اور جب گاڑی دھیرے دھیرے پبلک کے اژدہام سے نکل کر ملیا دیل کی طرف جانے لگی تو فرطِ مسرت سے اس نے اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں میں چھپا لیا اور سسک سسک کر رونے لگی۔

اس تقریب کے بعد تصویر کا بھاؤ بازار میں اور بھی بڑھ گیا۔ سیٹھ جی کو معلوم ہوا کہ ڈسٹری بیوٹر لوگ اس تصویر کے لئے منہ مانگے دام دینے کو تیار ہیں اور جن ڈسٹری بیوٹروں نے پہلے سے یہ تصویر لے رکھی ہے وہ بھی اس کے دام بڑھانے کے لئے تیار ہیں۔ سیٹھ جی شانتا کول کے کام سے بے حد خوش نظر آنے لگے اور ایک دفعہ شانتا کول نے فلمی دنیا کے کام سے الگ ہو جانے کی دھمکی دی تو وہ کسی طرح نہ مانے۔ الٹا منت سماجت کرنے لگے۔ بالآخر خوشامد کرکے انہوں نے شانتا کول کو کام جاری رکھنے پر آمادہ کر لیا، حالانکہ شانتا کول کا اس کام کو چھوڑ دینے کا مطلق کوئی ارادہ نہ تھا۔ "پھر بھی رعب تو رکھنا ہی پڑتا ہے!" شانتا نے مسکرا کر مجھ سے کہا۔

"رعب تو تم سب پر رکھتی ہو" میں نے کہا۔

"ایک تم پر نہیں چلتا!" وہ نیم باز نگاہوں سے دیکھ کر بولی۔

"میرا کیا ہے۔ میں تو کرائے کا شوہر ہوں چھ ماہ کیلئے لیو اینڈ لائسنس پر!"

شانتا کول نے گھور کر مجھے دیکھا، پھر چپل اٹھا کر مجھے مارنے کو دوڑی۔ میں نے جلدی سے دوسرے کمرہ میں گھس کر دروازہ بند کر لیا۔

اس پبلسٹی سے کچھ الجھنیں بھی پیدا ہونے لگیں۔ آزاد ھنا کے، چاہنے والوں کی تعداد میں دن بدن اضافے ہونے لگے۔ کچھ پرانے عاشق مایوس ہو کر قتل یا مقدمہ بازی کی دھمکیاں دینے لگے۔ جمنا اب اپنے عاشقوں کو ایک فاصلے پر رکھنے، ٹالتے ٹلاتے ہی چلے جانے کے کام میں بہت مشاق ہوتی جا رہی تھی۔ پھر بھی وہ یہ محسوس کرتی تھی کہ یہ کام خاصا مشکل ہے اور اس میں اداکاری کے جوہر دکھانے پڑتے ہیں اور وہ جس طباعی اور حاضر جوابی اور پینترے بازی کا مظاہرہ کرنا پڑتا ہے وہ تو فلم ایکٹنگ کے کام سے بھی مشکل ہے۔

ایک روز جب ہم فلم کی شوٹنگ سے فارغ ہو کر واپس آئے تو دیکھا کہ اپنی بلڈنگ کے سامنے ایک نوجوان دبلا پتلا اور پتلی پتلی مونچھوں والا اور پتلی پتلی ٹانگوں والا نہایت تنگ موہری کی پتلون پہنے ہاتھ میں ایک جھنڈا لئے کھڑا ہے جس پر جلی حروف میں لکھا ہے -

"میں مس آزاد ھنا سے شادی کروں گا "

اس نوجوان کی بغل میں ایک کتاب تھی اور پاؤں کے قریب ٹین کا ایک ڈبہ رکھا ہوا تھا اور آٹھ دس لونڈے ارد گرد کھڑے اس پر ہنس رہے تھے۔ ہماری گاڑی پہچان کر وہ لڑکے تتر بتر ہو گئے مگر گئے نہیں، ذرا دور ہٹ کر تماشہ دیکھنے لگے۔ جب گاڑی رکی تو اس میں سے اسکو، شانتیا اور جمنا نکلے۔ عبدل ڈرائیو کر رہا تھا، میں اپنی سیٹ پر بیٹھا رہا۔ وہ نوجوان آزاد ھنا کو دیکھ کر جھنڈا لئے آگے بڑھا۔ بہت ہی مہذب اور سنجیدہ نوجوان معلوم ہوتا تھا۔

جب وہ قریب آ گیا تو ہم نے دیکھا کہ اس کے دونوں ہاتھوں میں

جھنڈے ہیں مگر ایک ہاتھ کا جھنڈا کھلا ہے، دوسرے سے بند ہے۔ کھلے جھنڈے پر لکھا تھا "میں مس آرادھنا سے شادی کروں گا"

کھلے جھنڈے پر یہ اعلان پڑھ کر جمنا نے اس نوجوان سے پوچھا۔

"آپ ہم سے شادی کریں گے؟"

"جی ہاں" وہ نوجوان کسی قدر شرما کر بولا۔

"کیوں؟" جمنا نے پوچھا۔

"کیونکہ ہم بھروئی سے آئے ہیں" وہ بولا۔

"تو جتنے لوگ بھروئی سے آئیں گے ان کے ساتھ میرا شادی کرنا لازمی ہے؟" جمنا نے پوچھا۔

نوجوان گھبرا کر بولا "آپ نے ہماری پوری بات نہیں سنی۔ ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ہم بھروئی کے رہنے والے ہیں۔ بھروئی سے پیدل چل کر آپ کے گھر تک پہنچے ہیں"

جمنا نے پوچھا "یہ آپ کی بغل میں کیا ہے؟"

"یہ کویتاؤں کی کتاب ہے۔ ہم نے چھ سو کویتائیں لکھی ہیں۔ آپ کی تعریف میں! ایک رات سپنے میں ہم کو سرسوتی دیوی دکھائی دی تھیں۔ انھوں نے ہم سے کہا — اگر تم آرادھنا کی تعریف میں چھ سو کویتائیں لکھ لو تو تمھاری شادی آرادھنا سے ہو جائے گی۔ ہم نے تین سال بیٹھ کر یہ چھ سو کویتائیں لکھی ہیں اور خود بھروئی سے پیدل چل کر..."

جمنا نے اس کی بات کاٹ کر کہا "یہ دوسرا جھنڈا جو آپ کے ہاتھ میں ہے، یہ کاہے کے لئے؟"

نوجوان پھر کسی قدر شرمایا۔ بولا "یہ تو ہم جب بتائیں گے، جب آپ ہم کو ہاں یا ناں میں جواب دے دیں گی۔"

"تو ناں، سمجھ لیجئے۔"

"تو لیجئے — دوسرا جھنڈا دیکھئے۔"

نوجوان نے دوسرا جھنڈا کھول کر ہوا میں لہرایا۔ اس جھنڈے پر لکھا تھا "اگر مس آیا دھنا ہم سے شادی نہیں کریں گی تو ہم تیل چھڑک کے مر جائیں گے۔"

"یہ تیل چھڑک کر مر جانے کی صلاح بھی کیا سرسوتی دیوی نے آپ کو دی تھی؟" میں نے پوچھا۔

"جی نہیں"، وہ نوجوان بڑے تاعدے سے اور بڑے مہذب طریقے سے مجھ سے مخاطب ہوا۔ "ہم نے دیکھا ہے کہ آج کل تیل چھڑک کر مر جانے سے سب کام ہو جاتے ہیں، اس لئے ہم تیل کا ڈبہ اپنے ساتھ لائے ہیں۔" نوجوان نے اپنے پاؤں کے قریب رکھے ہوئے مٹی کے تیل کے ڈبہ کی طرف اشارہ کیا اور پھر آیا دھنا کی طرف دیکھ کر کہنے لگا "ہم کو سرسوتی دیوی کا وردان مل چکا ہے، ہم بھوپی سے آئے ہیں۔ آپ سیدھے سیدھے ہم سے شادی کر لیجئے نہیں تو ہم تیل چھڑک کے مر جائیں گے۔"

میں نے، تانتیا نے، جمنا نے، عبدل نے سب نے اس نوجوان کو بہت بہت سمجھایا، مگر وہ حضرت کسی طرح نہیں مانے اپنی بات پر اڑے رہے۔ آخر باسکو کو اک دم غصہ آ گیا۔ اس نے اس نوجوان کے قدموں سے تیل کا ڈبہ اٹھا لیا اور اسے کھول کر اسے اس نوجوان پر الٹا کر کے اس کے کپڑوں پر چھڑکاؤ کرنے لگا۔ "یہ کیا کر رہے ہیں آپ؟"

"مٹی کے تیل کا چھڑکاؤ ہو رہا ہے۔"

باسکو نے اس دبلے پتلے نوجوان کو گردن سے پکڑ کر مٹی کے تیل کا سارا ڈرم اس کے اوپر الٹ دیا۔ مٹی کے تیل کی بوچھاروں طرف پھیل گئی۔ باسکو نے ڈرم خالی کر کے اپنی جیبیں ٹٹولیں مگر اس کی جیب سے کوئی ماچس نہ نکلی۔ اس وقت اس تماشہ کو دیکھنے کے لئے بیس تیس آدمی جمع ہو چکے تھے مگر ذرا دور ہی کھڑے تھے۔

باسکو دور کھڑے ہوئے ایک آدمی کے پاس گیا اور اس سے ماچس طلب کی۔ اس نے ماچس نہیں دی۔ کسی نے بھی نہیں دی تو وہ گرجتا برستا اس نوجوان کے پاس آیا۔

"جینے آیا ہے تو کیا جیب میں ماچس بھی لے کے نہیں آیا ہے؟"

"ماچس تو ہماری جیب میں ہے۔"

مگر اس کے کہنے سے پہلے ہی باسکو نے اس کی جیب سے ماچس نکال لی اور دیا سلائی کو مسالہ کی سطح پر رکھ کر بڑے مضبوط لہجہ میں بولا۔

"اب دکھاؤں ماچس! — دکھاؤں؟... دکھاؤں؟"

باسکو دھیرے دھیرے ایک ایک انچ سرکتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔ آگے بڑھتا گیا، آگے بڑھتا گیا، جب بالکل قریب پہنچ گیا تو اس نے دیا سلائی اٹھا کر اسے مسالہ کی سطح پر رگڑنے کا عمل ظاہر کیا۔ اکدم وہ نوجوان دونوں جھنڈے پھینک کر بھاگنے لگا۔ کتاب اس کی بغل سے گر کر زمین پر گر گئی۔ وہ نوجوان بھاگتا جا رہا تھا اور باسکو دیا سلائی جلائے بغیر وہیں خالی ڈرم کے پاس کھڑا ہنس رہا تھا۔

چند لمحے تو ہم سب ہکا بکا کھڑے رہے۔

"ایک آگ کا دریا ہے اور ڈوب کے جانا ہے"۔ میں نے اپنے آپ سے سرگوشی کی۔

"یہ ڈیوتا کون ہے آج کل؟" تانتیا نے مجھ سے پوچھا۔

بیشتر اس کے کہ میں کچھ کہتا، عبدل بول پڑا۔ "آج کل جتنے عاشق ہیں۔ سب گرہ کٹ ہیں۔"

تانتیا نے عبدل کو ایک دھپ دیا۔ ہم سب لوگ لفٹ کی طرف بڑھ گئے۔ لفٹ ابھی آئی نہ تھی۔ پاسکو نے اپنا ہاتھ لفٹ بلانے کے بٹن پر رکھ دیا۔ اور بار بار اسے دبانے لگا۔

جمنا چپ چاپ لفٹ کے آہنی دروازے کے باہر کھڑی تھی، اس کی آنکھوں میں آنسو تھے۔

میں نے پوچھا "اگر وہ نوجوان نہ بھاگتا، وہیں کھڑا رہتا، اپنے آپ کو جل جانے دیتا تو تم کیا کرتیں؟"

جمنا دھیرے سے بولی "میں بھی اس کے ساتھ جل جاتی۔"

اگلے تین مہینوں میں پکچر شوٹنگ اور ایڈیٹنگ کے مراحل طے کرتی ہوئی مکمل ہوگئی اور زور شور سے اس کے ریلیز کی تیاریاں ہونے لگیں۔ ایک طرف پکچر پبلسٹی کا کام بڑھا دیا گیا تھا دوسری طرف شانتا کول آرٹ دھنا کی پبلسٹی کا کام بڑھائے جا رہی تھی۔ جمناکی یہ پہلی پکچر ہوگی اس لئے وہ چاروں طرف لوگوں کے تعریفی پل باندھنے کے باوجود عوام کا ردِ عمل جاننے کے لئے بے تاب تھی۔

"راکسی میں پریمیئر طے ہوا ہے، اگلے بدھ کے روز" سیٹھ داؤد مکرانی نے آکے بتایا۔

پریمیئر کا دن فلم والوں کے لئے ایک طرح سے برد کھوّے کا دن ہوتا ہے اس دن فلم میں کام کرنے والے اداکار، ہیرو، ہیروئن، ڈائریکٹر سے لے کر سیٹ کے چپراسی تک اپنے بہترین لباس میں نظر آتے ہیں۔ ہیرو اور ہیروئن کو تو خاص طور پہ سجنا پڑتا ہے۔

داؤد سیٹھ نے کہا "تمھارے لئے درزی لایا ہوں یہ تمھارے لئے پریمیئر کے دن کی خاص الخاص ڈریس بنائے گا۔"

"کیا پہنوں گی میں؟" جمنا نے پوچھا۔
"غرارہ، کرتا، دوپٹہ اور نقلی زیور۔"
"نقلی زیور کہاں سے آئے گا؟"
"تمہارے لئے خاص طور پر ایک سیٹ کا آرڈر کیا ہے۔" سندر بس جانی نے مسکرا کر کہا۔ "اور پریمیر سے ایک دن پہلے تم ہمیں ایک پارٹی دے رہی ہو ـــ دیکھا جائے تو یہ تمہاری پہلی پکچر ہوگی اور تمہارا پہلا پریمیر، اس لئے .... یہ پارٹی تم دوگی!" سندر بس جانی نے تجویز پیش کی۔
"منگل کو پارٹی میں دوں گی۔" جمنا خوشی سے سر ہلا کے بولی "کس کس کو بلایا جائے گا؟"
"باہر سے کسی کو نہیں بلایا جائے گا۔" سندر نے کہا۔
"بس پانچ لوفر تم اور دو لوفر ہم!" داؤد سیٹھ نے ہنس کر کہا "بڑی پارٹی ہم کریں گے۔ پریمیر کا نتیجہ معلوم کرنے کے بعد!"
"مس شانتا کول کو دعوت دے دیجئے۔" میں نے کہا۔
"ہوا سانتا بائی کو ہونا چ منگتا!" داؤد سیٹھ نے بمبیّا زبان میں مجھ سے مخاطب ہو کر کہا۔ سب ہنسنے لگے کیونکہ دھیرے دھیرے ہم سب لوفر بھی تہذیب یافتہ ہوتے جا رہے تھے، اور شائستہ زبان استعمال کرنے کی کوشش کرتے تھے۔
جمنا کے لئے یہ ہفتہ بڑھتے ہوئے شوق، بے چینی اور اضطراب کا تھا۔ اب وہ ہر وقت اپنے کپڑوں اور زاویوں میں مصروف رہتی تھی، بزاز آرہے ہیں، درزی آرہے ہیں، زیورات کے ڈبے

کھولے جا رہے ہیں، ڈیزائن پسند ناپسند کئے جا رہے ہیں، پریمیر کے روز بالوں کا اسٹائل کیا ہوگا، میک اپ کا انداز کیا ہوگا۔ خوشبو کون سی استعمال کی جائے گی، کوئی ایک مسئلہ تو تھا نہیں۔ جمنا دن بھر اسی میں لگی رہتی تھی۔ پریمیر کی شام اسی کے چشم تصور میں الف لیلہ کی رنگین اور روشن رات کی طرح جگمگا رہی تھی۔

اتوار کی شام کو جب جمنا سج سنور کر کسی انگریزی پکچر دیکھنے کے لئے جانے والی تھی اور اپنی کار میں بیٹھنے والی تھی کہ مخالف سمت سے ایک ٹیکسی آ کے بلڈنگ کے سامنے رکی اور اس میں سے ایک ادھیڑ عمر کا لیکن نہایت خوبرو مرد، عمدہ مغربی وضع کا سوٹ ڈانٹے ہوئے، کلائی پر سونے کی گھڑی باندھے، ہاتھ میں سوٹ کیس لئے اترا۔ وہ مسکراتا ہوا جمنا کی طرف بڑھے چلا آ رہا تھا اور جوں جوں نزدیک آتا جاتا تھا اس کی مسکراہٹ پھیلتی جاتی تھی۔ جمنا حیرت سے اس اجنبی مرد کی طرف دیکھ رہی تھی۔

اور میں بھی! ۔۔۔ کون ہیں یہ حضرت جو اس قدر اپنائیت کا اظہار کر رہے ہیں لیکن جب وہ ہمارے بہت قریب آ گیا تو یکایک جمنا زور سے چیخی اور دونوں ہاتھ پھیلا کر اس مرد کے گلے سے لپٹ گئی۔

یہ پریم درمانا تھا۔ اتنے قریب آنے پر ہی میں اسے پہچان سکا تھا۔ اس کی صورت بھی بدل گئی تھی۔ کس قدر صحت مند، چاق و چوبند اور تنومند دکھائی دیتا تھا آنکھوں میں پرکشش چمک تھی، چہرہ پہ گلاب کھلے ہوئے تھے۔

"تم نے تار تک نہیں دیا، اپنے آنے کا خط تک نہیں لکھا؟"

"میں اچانک ایک معجزہ کی طرح آنا چاہتا تھا۔" پریم ورما ہنس کر بولا

"معجزہ ہی ہوا ہے!" جمنا بار بار اس کی صورت دیکھتی تھی اور خوشی سے اس کے سینے سے لپٹ جاتی تھی۔ پکچر کا پروگرام کینسل کر کے ہم لوگ اوپر لفٹ میں واپس اپنے فلیٹ میں چلے گئے۔

"آپریشن بہت کامیاب رہا۔" پریم ورما نے جمنا کو لفٹ میں بتایا "مجھے زندگی کے چار سال اور مل گئے ہیں۔ اگر آرام اور سکون کی زندگی نصیب ہوئی تو ممکن ہے ایک یا دو سال اور مل جائیں۔ یعنی پانچ یا چھ سال ..." اس کی آواز میں ایسی کھنک اور مسرت تھی جیسے اسے قارون کا خزانہ مل گیا ہو۔

"اب تو سکون ہی سکون ہے۔" جمنا نے سرگوشی میں اس کے سینے سے لگے کہا۔

"صرف پانچ سال؟" بعد میں جب رات کو سب الوفرا کیے ہوئے نو عبدل نے پوچھا۔

"اسے بھائی تم ابھی بچے ہو۔" پریم ورما نے اس سے کہا "میں تم سے دگنی، بلکہ ڈھائی گنی زندگی زیادہ گذار چکا ہوں۔ تم ان پانچ سالوں کی قدر کیا جانو۔ صحت، مسرت اور محبت کے تو پانچ لمحے بھی بہت ہوتے ہیں۔" پریم ورما نے بڑے پیار سے جمنا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"ایک دن جب تم بہت بیمار تھے یہاں اور ڈاکٹروں نے جواب دے دیا تھا، میں نے بھگوان سے صرف پانچ ماہ مانگے تھے۔ صرف پانچ

ماہ کی مہلت، اس نے پانچ سال دے دیئے، لگتا ہے جیسے پانچ ہزار سال دے دیئے ہوں..."

"کہاں بیتیں گے یہ پانچ سال؟" پریم ورما نے ہنس کر پوچھا۔

"ایک دوسرے کی آنکھوں میں" جمنا نے مسرت کا ایک گہرا سانس لے کر کہا۔

اتنے میں سیٹھ داؤد کا ٹیلی فون آ گیا، جمنا اور پریم ورما دونوں کے لئے تھا۔ پریم ورما کو دونوں سیٹھوں نے مبارکباد دی، اور جمنا کو کچھ ضروری ہدایتیں، پریم ورما کے سلسلے میں۔ دونوں کا رشتہ کسی کو معلوم نہ ہونے پائے۔ پبلک میں دونوں ایک دوسرے کے ساتھ نہ دیکھے جائیں۔ دو دن بعد پریمیئر ہے اس لئے احتیاط لازم ہے۔

پریم ورما اور جمنا دونوں نے سیٹھوں کی ہدایات پر عمل کرنے کا وعدہ کیا۔ سندریں جانی نے منگل کی رات کی دعوت کے بارے میں جمنا کو یاد دلایا۔

"اس رات تم اپنے پریمیئر کے کپڑے پہننا" سندریں جانی نے کہا "ٹرائی ہو جائے گی۔ معلوم ہو جائے گا پریمیئر کی رات کیسی لگو گی"

"ٹھیک ہے پریموں کی دعوت میں وہی کپڑے پہن کر آپ کو دکھا دوں گی"

منگل کی رات کو ہم سب ڈنر کھانے کی میز پر بیٹھے تھے۔ میں اور شانتا کول، باسکو اور تانتیا، سیٹھ داؤد، پریم ورما اور سندریں جانی۔ جمنا کی کرسی خالی تھی اور سب کو جمنا کا انتظار تھا جو غالباً دو گھنٹے سے اپنے بیڈ روم میں بند تھی۔ ہم سب کی نگاہیں باہر کوریڈور پر

لگی تھیں جدھر جمنا کا بیڈ روم تھا۔

مزید پندرہ بیس منٹ اسی انتظار میں گزر گئے پھر اچانک کسی اجنبی خوشبو کا تعطر ہواؤں میں لہرانے لگا۔ کانوں میں ریشمی کپڑوں کے سرسرانے کی آواز سنائی دی۔ ہم سب نے نگاہیں اٹھا کے دیکھا۔

جمنا کوریڈور کے موڑ سے نمودار ہو کر دھیرے دھیرے کھانے کے کمرہ کی طرف بڑھ رہی تھی۔ ماڈرن مشاطگی سے آراستہ اس کا حسن آنکھوں میں چکا چوند پیدا کئے دیتا تھا۔ اس نے چمکتے ہوئے گہرے اودے رنگ کی بروکیڈ کا غرارہ پہن رکھا تھا۔ جس پر سنہری چمپا ٹانکی ہوئی تھی۔ منقشی نائیلون لیس کا سادہ کرتا تھا اور کامدانی کے دوپٹہ پر پشت ماہی کا جال پھیلا ہوا تھا، بالوں میں پھول تھے، کانوں میں کرن پھول جھمکے، گلے میں یاقوتی گلوبند اور کلائیوں میں جہانگیریاں، وہ سچ مچ ایک مغل شہزادی لگ رہی تھی۔ آپ ہی آپ بے اختیار ہم سب اپنی کرسیوں سے کھڑے ہو گئے ... وہ بڑی پُروقار چال سے چلتی ہوئی کھانے کی میز کے قریب آکر اپنا لباس سنبھال کر اپنی کرسی پر بیٹھ گئی۔ ہم سب اس کے جمالِ حسن سے اس قدر بے خود سے تھے کہ دو منٹ تک تو کوئی نہیں بولا۔

پھر جمنا نے گردن ذرا سی تیوڑھا کر ترچھی نظر سے سندر رسن جانی کی طرف دیکھ کر کہا، "ہوں"

"سپرب!" سندر رسن جانی حیرت زدہ ہو کر بولا "یہ پریمیئر کے موقع پر قیامت برپا کر دو گی"

کھانا بے حد عمدہ اور پرتکلف تھا۔ کھانے کے بعد کافی پینے کے لئے

ہم سب لوگ لاؤنج میں اٹھ گئے اور گفتگو اپنے مخصوص دھرّے پر آ گئی ۔۔۔ گفتگو کا مرکز کل کا پریمیئر تھا جس کے لئے ہم سب لوگ گھڑیاں گن رہے تھے ۔

کافی پی کر جمنا لباس تبدیل کرنے کے لئے چلی گئی اور پھر شفان کی ایک سفید ساڑھی پہن کر واپس آ گئی اور ہم سب کی گفتگو میں شریک ہو گئی ۔

اتنے میں فلیٹ کے باہر کے دروازے کی گھنٹی بجی ۔ کاشی بائی دوڑی دوڑی دروازہ پر دیکھنے گئی ۔ پھر دروازہ کے کھلنے کی آواز آئی ۔

چند لمحوں کا سکوت، پھر ایک چیخ کاشی بائی کی، پھر تیز تیز قدموں کی بڑھتی ہوئی آواز ۔ جمنا اٹھ کے کھڑی ہو گئی ۔ ہم سب لوگوں کی نگاہیں لاؤنج کے دروازہ پر تھیں ۔

یکایک لاؤنج کے دروازہ پر ایک عورت نمودار ہوئی ۔ سفید ساڑھی پہنے ہوئے ۔ اس کے پیچھے پیچھے ایک لمبا تڑنگا چھ فٹ کے قد کا مضبوط آدمی آ کے کھڑا ہو گیا ۔

اس عورت کو دیکھتے ہی سندر بس جانی اور داؤ سیٹھ بھی کھڑے ہو گئے اور ہم سب بھی حیرت سے منہ کھولے اس عورت کی طرف تکنے لگے ۔

سفید ساڑھی پہنے ہوئے، اس عورت کا عکس آئینہ سے جھانک رہا تھا اور جہاں جمنا کھڑی تھی وہاں سے اس کا عکس بھی آئینہ میں پڑ رہا تھا اور ایسا لگتا تھا کہ ہو بہو ایک ہی عورت، شکل و قد، لباس اور خد و خال کی دو عورتیں آئینہ میں آمنے سامنے کھڑی ایک دوسرے کو دیکھ رہی ہیں ۔

"آرادھنا!" سندر بس جانی زور سے چیخا ۔

آرادھنا بے حد سنجیدگی اور متانت سے چلتی ہوئی لاؤنج کے اندر آ گئی۔ اور جمنا کی طرف انگلی اٹھا کے بولی۔

"یہ کون ہے؟"

"تمھاری ڈبل!" داؤد سیٹھ کا چہرہ پیلا پڑ گیا تھا۔

"کیا کہتے آرادھنا!" سندر لیس جانی بے حد عاجزی سے بولا "پکچر بند پڑی تھی، لاکھوں کا نقصان ہو جاتا ہم دونوں دیوالئے ہو جاتے۔"

"تھوڑے دن میرا انتظار کر لیا ہوتا؟" آرادھنا تلخی سے بولی۔

"بہت کیا، بہت کیا، کورگ کے جنگلوں میں تمھیں بہت ڈھونڈا۔ پولیس میں رپٹ بھی لکھوائی مگر پولیس کا بھی یہی خیال تھا کہ تم کو آدم خور چیتا کھا گیا۔ خون کے نشان جو ملے تھے ڈاک بنگلہ کے باہر!" داؤد سیٹھ نے کہا۔

"مجھ کو آدم خور چیتا نہیں اٹھا لے گیا تھا، ڈاکو اٹھا لے گئے تھے۔"

"ڈاکو؟" سندر لیس جانی اور داؤد سیٹھ دونوں کا منہ حیرت سے کھلا تھا

"ایکٹنگ مت کرو۔ تم سب جانتے ہو" آرادھنا بڑے تلخ لہجہ میں بولی۔

"خدا کی قسم لے لو" داؤد سیٹھ کہنے لگا۔

اسی وقت سندر بولا "بھگوان کی سوگند ہمیں کچھ معلوم نہیں"

"تم جھوٹ بولتے ہو" وہ لمبا تڑنگا مضبوط آدمی جو آرادھنا کے پیچھے کھڑا تھا، گرج کر بولا "تم کو سب معلوم ہے"

"ہم کو کچھ معلوم نہیں ہے" سندر لیس جانی نے اس آدمی کی طرف دیکھ پھر آرادھنا کی طرف دیکھا۔

آرادھنا بولی "کیا تم کو ڈاکوؤں کا پیغام نہیں ملا کہ بیس لاکھ دے دو آرادھنا کو چھوڑ دیا جائے گا"

"نہیں!" داؤد نے بڑے زور سے انکار میں سر ہلا کر کہا۔
"تم پھر جھوٹ بولتا ہے!" وہ لمبا آدمی غصّہ سے بولا "ڈاکوؤں کا آدمی خود تمھارے پاس پیغام لے کے آیا۔ ہم کو مالوم ہے"
آرادھنا بولی "یہ ارجن سنگھ ہے۔ یہ خود ڈاکوؤں کی اس گینگ میں تھا۔ اس کے آدمی تین دفعہ تمھارے پاس پیغام لے کے آئے تم نے انکار کر دیا۔ بول دیا ہمارے پاس بیس لاکھ روپے نہیں ہیں"
ارجن سنگھ نے پستول نکال لیا "سچ سچ بولو میرا آدمی تمھارے پاس آیا تھا کہ نہیں؟"
داؤد سیٹھ اور سندریس جانی دونوں تھر تھر کانپنے لگے۔ سندریس کی تو گھگھی بندھ گئی۔ داؤد سیٹھ نے ہاتھ جوڑ دیئے۔ بھرائی ہوئی آواز میں بولا "ہاں آیا تھا، آیا تھا۔ تین بار تو نہیں، ہاں دو بار ضرور آیا تھا۔ ہمارے پاس پیسے تھے نہیں۔ کیا کرتے؟"
"آرادھنا کو بچانے کے لئے بیس لاکھ زیادہ نہیں تھے" آرادھنا بولی "میں تمھاری دو فلموں میں مفت کام کر دیتی، تمھارے بیس لاکھ دو سال میں ادا کر دیتی۔ مگر تم نے مجھے ڈاکوؤں کی حراست میں کئی ماہ تک سڑنے دیا۔ وہ تو بھلا ہو ارجن سنگھ کا۔ اس کو مجھ سے پریم ہو گیا اور یہ مجھے ڈاکوؤں کے نرغہ سے اپنی جان پر کھیل کر بچا لایا... میں نے اپنے محسن سے شادی کر لی ہے اور اب یہ میرا شوہر ہے"
"Congratulation" سندریس جانی مسکرانے لگا۔
"شٹ اپ" آرادھنا غصّہ سے بولی۔ سندریس جانی اکدم چپ ہو گیا "یہ لوگ میرے فلیٹ میں کیا کر رہے ہیں؟" آرادھنا نے جمنا اور

ہماری طرف اشارہ کرکے پوچھا۔

"دنیا کے لئے تو یہی مس آرادھنا ہے" داؤد نے کہا۔

"یہ نہیں — تھی!!" آرادھنا بڑھتے ہوئے غصہ سے بولی "آج اصلی آرادھنا آگئی ہے اور اب نقلی آرادھنا کا میرے فلیٹ میں کیا کام ہے انھیں اسی وقت نکال دو، اور اگر کچھ دینا دلانا ہے تو ابھی دے کر رخصت کرو"

"پیسے تو یہ سب لے چکی ہے" داؤد سیٹھ نے جمنا کی طرف دیکھ کر کہا۔

"تو نکلو!" آرادھنا جمنا کی طرف دیکھ کر چیخی۔ "ابھی، اسی وقت اپنے مسٹنڈوں کو لے کر میرے فلیٹ سے نکل جاؤ، نہیں تو پولیس کو بلاتی ہوں"

ارجن سنگھ نے اپنے پستول کی نالی جمنا کی طرف گھما دی۔ باسکو اور تانتیا دونوں آہستہ آہستہ پیچھے کو کھسکنے لگے۔

جمنا سر جھکا کر لاؤنج کے دروازہ سے باہر جانے لگی۔

یکایک باسکو نے جھک کر لاؤنج کے فرش پر پڑے ہوئے غالیچہ کو اس زور سے گھسیٹا کہ لمبا تڑنگا آدمی غالیچہ پر کھڑا ہوا اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا۔ دوسرے لمحہ میں تانتیا نے اچھل کر اس کے پستول والے بازو کو پکڑ لیا۔ دوسری طرف سے باسکو نے ارجن سنگھ کے پیٹ پر اس زور کا گھونسہ مارا کہ پستول اچھل کر جمنا کے قریب جا پڑا۔ جمنا نے جھٹ سے پستول اٹھا لیا۔ ارجن سنگھ جمنا کی طرف بڑھنے والا تھا کہ تانتیا نے اس کی ٹانگوں میں گھس کر جوجستو کا ایسا ہاتھ مارا کہ ارجن سنگھ ہوا میں اچھل گیا۔ نیچے آتے آتے باسکو نے اسے کمر سے پکڑ کر پٹخنی دی۔

مگر پٹخنی کھاتے کھاتے ارجن سنگھ سنبھل گیا۔ پھر باسکو اور ارجن سنگھ کئی منٹ اوپر نیچے ہوتے رہے اور ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی کوشش کرتے رہے۔ مگر ارجن سنگھ باسکو سے تگڑا تھا اس لیے وہ زور لگا کر باسکو کی پیٹھ پر سوار ہو کر اس کا بازو توڑنے لگا کہ تانتیا نے زور سے دروازہ کا ایک پردہ گھسیٹ کر اسے گھما کر جو مارا تو ارجن سنگھ کی گردن اس پردہ کے گھماؤ میں آ گئی۔ تانتیا دونوں طرف سے پردہ کو اینٹھتا جا رہا تھا اور کھینچتا جا رہا تھا۔ ارجن سنگھ کی آنکھیں ابل کر باہر آنے لگیں۔ باسکو نے زور مار کر ارجن سنگھ کی گرفت سے آزاد ہو گیا اور پے در پے دو تین ایسے کرارے کے گھونسے اس نے رسید کئے کہ ارجن سنگھ کے منہ سے خون جاری ہو گیا اور وہ فرش پر گر پڑا۔ باسکو اور تانتیا دونوں نے مل کر اس پردے سے ارجن سنگھ کے ہاتھ باندھ دیئے اور دوسرے پردے کو کھڑکی سے گھسیٹ کر اس کی ٹانگیں باندھ دیں۔ اب ارجن سنگھ ایک لحاف کی طرح فرش پر بندھا پڑا تھا۔

"اب پولیس کو بلاؤ"، باسکو نے ہانپتے ہانپتے آرادھنا سے کہا۔

"کم سے کم ایک ڈاکو تو پکڑا جائے گا۔"

آرادھنا زور سے ہنسی، بولی "یہ پولیس میں بیان دے چکا ہے سلطانی گواہ بن چکا ہے۔ اس نے اپنی گینگ کا سارا کچا چٹھا کھول دیا ہے۔ پولیس اس سے کچھ نہیں کہے گی، مگر تم میری اجازت کے بغیر میرے گھر میں رہتے آئے ہو پولیس ضرور اندر کر دے گی اور اس عورت کو جعل سازی کے جرم میں تین سال کی سزا بھی ضرور ہو گی۔" آرادھنا نے جمنا کی طرف اشارہ کیا۔

شانتا کول جو اب تک چپ تھی، بڑے گمبھیر لہجہ میں مجھ سے بولی

مس آرادھنا ٹھیک کہتی ہیں۔ قانون اس کیس میں مس آرادھنا کا ساتھ دے گا، تم لوگوں کو ابھی اس فلیٹ سے نکلنا پڑے گا۔"

"ایسا؟" باسکو نے پوچھا۔

شانتا کول نے ہاں، میں سر ہلایا۔

"تو چلو لوفرو۔" باسکو نے اپنے ساتھیوں سے کہا "یہاں سے نکل چلیں۔"

"مگر جمنا کو اس کی محنت کا صلہ ضرور ملنا چاہیئے۔" شانتا کول نے سندریں جانی اور داؤد سیٹھ دونوں سے اپیل کی۔ "اتنی محنت اور خوبصورتی سے اس نے کام کیا ہے اور کل کے پریمیئر پر جانے کا اسے کتنا ارمان تھا۔"

"کل کے پریمیئر پر میں جاؤں گی!" آرادھنا ناگن کی طرح پھنکار کر بولی۔

"جب اصلی ہیروئن آگئی ہے تو اصلی ہیروئن ہی کو پریمیئر پر جانے کا حق ہے۔" سندریں جانی بولا۔

"میں مس آرادھنا کے حق کی بات نہیں کر رہی ہوں بلکہ مس جمنا کا حق اُسے دلانا چاہتی ہوں۔"

"یہ سب لے چکی ہے۔ ہمارے پاس اس کی سب رسیدیں موجود ہیں۔"

"اور اگلی دو تصویریں جو تم نے سائن کی ہیں؟"

"وہ تو اسے مس آرادھنا سمجھ کر سائن کیں تھیں۔ ہم عدالت میں صاف کہہ دیں گے۔ اس لڑکی نے مس آرادھنا بن کر ہمیں دھوکا دیا ہے۔ ایک پیسہ ہم اس کو نہیں دیں گے۔" سندر قطعیت سے بولا۔

شانتا کول اپنا ہونٹ چبانے لگی۔ سندر بات تو ٹھیک کہتا ہے۔ پھر یکایک اس کی آنکھیں ایک گہری امید سے چمکنے لگیں۔ بولی۔

" ٹھیک ہے۔ کل سب اخباروں میں اصلی اور نقلی آرادھنا کی داستان شائع ہوگی، کیسے تم نے اصلی آرادھنا نہیں، بلکہ نقلی آرادھنا سے تصویر مکمل کرائی ——— اور اگر پکچر ذرا بھی نرم گئی تو تم لوگوں پر ڈسٹری بیوٹرز اسی وقت ہرجانے کی نالش داغ دیں گے۔ Under Stand" میں خود دیکھوں گی کہ کل کے سارے اخبارات میں جلی حروف سے یہ کہانی شائع ہو ——— جمنا اور آرادھنا کی تصویروں کے ساتھ ——— میں تم دونوں سیٹھوں کے فریب اور چالا کی کو بے نقاب کر کے چھوڑوں گی ——— چلو جمنا میرے ساتھ ... "

شانتا کول اٹھنے لگی کہ دھیرے سے داؤد سیٹھ نے اس کا دامن پکڑ لیا۔

" ہم تباہ ہو جائیں گے سانتا بائی "

" اور جمنا تباہ ہو جائے اس کا تمہیں کچھ خیال نہیں۔ اس کا شوہر ابھی یورپ سے علاج کرا کے آیا ہے، زندگی کے چند سال ہی اسے ملے ہیں۔ اُسے آرام چاہیئے، سکون چاہیئے، علاج چاہیئے، بے فکری کی زندگی چاہیئے اور ان سب باتوں کے لئے اسے روپیہ چاہیئے اور تم ایک کوڑی دیئے بغیر انھیں اس فلیٹ سے نکال دو گے ... چلو جمنا۔ کل اخباروں میں سب آجائے گا "

" نہیں نہیں " سندر رس جانی اپنی جیب سے چیک بک نکالتے ہوئے بولا " بولو، مس شانتا، ہم بھی انسان ہے، ہم کو بھی کچھ خیال ہوتا ہے، بولو۔ تم بولو کتنے کا چیک کاٹوں "

"چیک نہیں" باسکو گرج کر بولا "نقد دو اور ابھی دو"
داؤد سیٹھ نے اپنا بڑا تھیلا کھولا۔ وہ سو سو اور ہزار ہزار کے نوٹوں سے بھرا ہوا تھا۔

ڈیڑھ لاکھ روپے پر فیصلہ ہوا۔ جمنا ڈیڑھ لاکھ لے کر اپنے حقوق سے دست بردار ہو گئی اور اس نے اپنی اگلی دونوں پکچروں کے کنٹریکٹ بھی کینسل کر دیئے۔ ڈیڑھ لاکھ روپے لے کر دونوں فریقین نے ہاتھ ملائے اور لوفر لوگ فلیٹ سے باہر نکلنے لگے۔ چلتے چلتے باسکو نے بندھے ہوئے ڈاکو کی طرف دیکھا۔

"بے چارا بنگل کا ڈاکو — اسے کیا معلوم کہ بمبئی کا جنگل کورگ کے جنگل سے بھی بڑا ہے۔ اس کے گلی کوچوں میں ایک سے ایک بڑا ڈاکو رہتا ہے — کیوں سیٹھ؟"

باسکو نے اتنا کہہ کر داؤد سیٹھ اور سندریس جانی دونوں کی طرف طنز بھری نظروں سے دیکھا۔ دونوں سر جھکائے چپ چاپ بیٹھے تھے۔
ہم لوگ، پریم درما، جمنا اور شانتا کول کو لے کر فلیٹ سے باہر چلے آئے۔

شانتا کول کی صلاح پر اسی وقت ہم لوگ ایئر پورٹ چلے گئے اور بنگلور جانے والے ہوائی جہاز پر اسی وقت دو ٹکٹیں لے کر جمنا اور پریم درما کو بٹھا دیا گیا اور ڈیڑھ لاکھ کے نوٹ جمنا کے پرس میں ڈال دیئے گئے۔ جمنا اور پریم درما نے بہت اصرار کیا کہ اس رقم میں سے ہم

بھی کچھ لے لیں، مگر باسکو نے انھیں بڑی سختی سے ڈانٹ دیا۔ شانتا کول نے صلاح دی "بمبئی واپس مت آنا۔ وہیں بنگلور میں رہو، حیدرآباد میں رہو، کہیں رہو، کوئی بزنس کرلو۔ ڈیڑھ لاکھ تم لوگوں کے لئے بہت ہے۔"

"بہت ہے... بہت ہے..." پریم درما نے جھک کر شانتا کول کا ہاتھ چوما اور باری باری ہم سب نے ایک دوسرے کو گلے سے لگایا اور جمنا اور پریم درما کو الوداع کہی۔ پھر ان کا ہوائی جہاز ہمارے سروں پر اڑ گیا۔ ہم اس وقت بھی اپنے ہاتھ ہلاتے رہے۔ سب کی آنکھیں جمنا اور پریم درما کی جدائی کے صدمہ سے بھیگنے لگیں۔

رات کے بارہ بجے ہم لوگ پھر واپس اپنے فٹ پاتھ پر پہنچ گئے۔ وہی ماہم کا چوک تھا، وہی گرجا، وہی گل مہر کا پیڑ، وہی بلو گراٹو وہی مریم اور مقدس بچہ۔ باسکو نے لوہے کے جنگلے کے باہر گھٹنے ٹیک کر اپنے سینے پر صلیب کا نشان بنایا۔ پھر زور زور سے چلا کر بولا۔

"کوڑھی جان ہم آگئے۔"

کوڑھی جان آنکھیں ملتا ملتا اٹھا۔ وہ خوشی سے رونے لگا میں اپنی پرانی پتلون پہن کر اپنی پرانی جگہ پر دراز ہوگیا۔ تانتیا کی جگہ راہو گرہ کٹ نے سنبھال لی تھی۔ تانتیا کو دیکھتے ہی اس نے اس کی جگہ خالی کردی اور کہا "جائے استاد خالی است" صبح سویرے میں نے واپس اپنے پرانے اڈہ پر جانے کا اعلان کردیا۔ عبدل کی جگہ ساچو بائی نے لے لی تھی جو چھگن لال مل میں کام کرتی تھی۔ اس نے

کبھی بڑے پیار سے عبدل کے سر پہ ہاتھ پھیرا اور اپنی پرانی جگہ پہ چلی گئی۔
البتہ باسکو کی جگہ ابھی تک خالی تھی اور تعجب ہے کہ اس کی جگہ پہ
ابھی تک کوئی نہ سویا تھا۔

کوڑھی جان ہنس کر بولا۔

"تمھارا جاگہ ہم نے کھالی رکھا ـــ ہم بولا، باسکو اِدھر واپس
جرور آئے گا۔"

باسکو اطمینان کا ایک سانس لے کر فٹ پاتھ کے ننگے فرش
پر دراز ہوگیا اور اس کے دونوں ہاتھ فٹ پاتھ کی مٹی سے بھر گئے۔
یکایک اس کا پاؤں کسی چیز سے ٹکرایا ـــ کوئی گٹھری تھی شاید۔
اس نے اٹھ کر دیکھا۔

مگر یہ گٹھری نہیں تھی۔ ایک عورت تھی جو گٹھری کی طرح سکڑ کر
جمنا کی جگہ لیٹی تھی۔

"تم کون ہو؟" باسکو نے اسے درشت لہجے میں پوچھا۔

"میں رضیہ ہوں!" وہ لڑکی نیند سے بیزار ہو کر آنکھیں ملتے
ملتے خفتہ لہجے میں بولی "میں جمنا کی سہیلی ہوں!"

"سولھویں سڑک والی سہیلی؟" نانتیا نے پوچھا۔

"سو جاؤ، سو جاؤ... اطمینان سے سو جاؤ" باسکو نے بڑی
شفقت سے اس سے کہا اور فٹ پاتھ کی خاک بٹور کر اپنے کپڑوں
پر ڈال کر انھیں میلا کرنے لگا۔

لوفروں کے آنے کی خبر آناً فاناً سڑک کے آر پار چاروں طرف پھیل
گئی اور پرانے یار دوست اسی وقت اِدھر اُدھر سے ملنے کے لئے آنے